ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور پاکستان

بیادگار
مولانا مفتی محمود

اسرائیلی جارحیت کا راستہ نہ روکا گیا
تو عالمی امن تباہ ہو جائے گا

امیر مرکزیہ مولانا عبداللہ درخواستی اور ناظم عمومی مولانا عبید اللہ انور کی طرف سے اسرائیلی جارحیت کی مذمت

۲۸ رمضان تا ۵ ذی القعدہ ۱۴۰۱ھ
اور ۶ ذی القعدہ تا ۱۳ ذی القعدہ ۱۴۰۱ھ

شمارہ نمبر ۳۱-۳۲

۳۱ جولائی تا ۶ اگست ۱۹۸۱ء
اور ۷ اگست تا ۱۴ اگست ۱۹۸۱ء

قیمت: ایک روپیہ پچاس پیسہ

نظم

جائزہ لیجئے حالات کا توبہ توبہ
اب بھرم رہ گیا کس بات کا توبہ توبہ

آگیا، مارے ندامت کے پسینہ مجھ کو
یہ اثر تلخیِ اوقات کا توبہ توبہ

نام لینے کو نہیں ملتی یہاں شرم و حیا
گم نشاں ہے نسب و ذلت کا توبہ توبہ

آہ! یہ اپنے بزرگوں سے بغاوت کا چلن
اُف، یہ خون اپنی روایات کا توبہ توبہ

اپنے ماضی سے تو اب حال کی تصویر ملا
دیکھ لے فرق ہے دن رات کا توبہ توبہ

زہر دے دے کوئی گیلانی کو بہتر ہے یہی
دور یہ فتنہ و آفات کا توبہ توبہ

سید امین گیلانی

ہفت روزہ
ترجمانِ اسلام
لاہور پاکستان

جلد ۲۴ شمارہ [illegible]

جمعۃ المبارک ۲۸ رمضان اور ۶ ذی القعدہ ۱۴۰۱ھ

سرپرست
حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہ

نگرانِ اعلیٰ
حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ

مدیر
ابوعمار زاہد الراشدی

مدیرِ معاون
زاہد بلند شہری

چیف رپورٹر
راؤ منور احمد خاں

بدلِ اشتراک

سالانہ	:	۶۵ روپے
ششماہی	:	۳۳ روپے
سہ ماہی	:	۱۷ روپے

رابطہ کے لیے
ہفت روزہ "ترجمانِ اسلام" رنگ محل لاہور
یکے از مطبوعات نظام العلماء پاکستان

پندرھویں صدی ہجری کی پہلی عید

جس وقت یہ سطور قارئین کے سامنے ہوں گی دُنیا بھر کے مسلمان پندرھویں صدی ہجری کی پہلی عید الفطر منانے کی تیاریوں میں مصروف ہوں گے اور ہر علاقہ کے مسلمان اپنی اپنی روایات کے مطابق مسرت اور خوشی کے اظہار کا سامان کر رہے ہوں گے۔

لیکن کیا مسلمانانِ عالم کے دِلوں میں بھی مسرّت اور خوشی کے جذبات کا یہی عالم ہے؟ ملّتِ اسلامیہ کی مجموعی صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے اس سوال کا جواب بہرحال نفی میں ہے۔ آخر خوشی کس بات پر ہو؟ امیرالمؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک موقع پر فرمایا تھا:

کل یوم لا یعصی اللہ فیہ عز وجل فہو لنا عید	ہر وہ دن جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا کوئی کام سرزد نہ ہو وہ ہمارے لئے عید کا دن ہے۔

یعنی مسلمان کی خوشی اور عید اللہ تعالیٰ کی رضا اور فرمانبرداری میں ہے، لیکن آج ہمارا معاشرہ احکام خداوندی کی پیروی سے خالی ہے۔ عقائد کی پختگی فرقہ وارانہ جھگڑوں کی نذر ہو چکی ہے، عبادات میں اطاعت کم اور رسم کی تکمیل کا رجحان زیادہ نمایاں ہے، معاملات میں حلال و حرام کی تمیز اٹھ چکی ہے اور اخلاق باختگی کی اجتماعی کیفیت نے سابقہ تمام ریکارڈ مات کر دیے ہیں اس صورت حال میں ایک مسلمان کے لئے حقیقی مسرّت اور خوشی کا کیسے تصوّر کیا جا سکتا ہے۔ ظاہری لحاظ سے بھی مسرّت اور خوشی کے آثار دُور دُور تک دکھائی نہیں دیتے۔ ایک ارب کے قریب تعداد ہونے کے باوجود ملّتِ اسلامیہ باہمی خلفشار اور گروہ بندیوں کا شکار ہو کر نہ صرف دُوسری قوتوں کی دست نگر ہے بلکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق کافر اقوام کے لئے تر نوالہ بن چکی ہے۔ افغانستان میں روسی استعمار اور فلسطین میں صیہونی استعمار کے ہاتھوں مسلمانوں کی بے بسی کا عالم دنیا کے سامنے ہے۔ اس سے بڑھ کر بے بسی کیا ہو گی کہ پوری دُنیا کے

اسلام افغانستان سے روسی فوجوں کی واپسی کا مطالبہ کرتی ہے اور روس کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی اور اسرائیل عراق کے ایٹمی مرکز کو تباہ کرنے کے بعد لبنان میں فلسطینی حریت پسندوں کو مسلسل دہشت گردی کا نشانہ بنائے ہوئے ہے، لیکن ملّتِ اسلامیہ کے پاس قراردادوں، بیانات اور احتجاج و مذمت کے کاغذی پلندوں کے سوا اس کا کوئی جواب نہیں جس کا اثر نہ اسرائیل پر ہوتا ہے اور نہ اسرائیل کا پشت پناہ امریکی استعمار انہیں کچھ وقعت دینے کو تیار ہے اور ملّتِ اسلامیہ کے راہنماؤں کو آپس کے جھگڑوں سے فرصت نہیں اور مسلمان سربراہ ایک جگہ جمع ہونے کے بعد مسلسل کوششوں کے باوجود عراق اور ایران کے درمیان جنگ بندی کرانے میں بھی ابھی تک کامیاب نہیں ہو سکے۔

اس کے ساتھ ہی ملک کے اندر کی صورت حال پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے۔ ملک کو آزاد ہوئے چونتیس برس ہو چکے ابھی تک نظام حکومت و سیاست کے تعین کے لئے کمیٹیاں بن رہی ہیں۔ اسلامی قوانین کے نفاذ کے اعلانات کے باوجود بیوروکریسی کی مجموعی روش اور ارباب اقتدار کی پالیسیوں کی ترجیحات نے ان پر عملدرآمد کی راہ روک رکھی ہے اور یہ صورت حال اسلامی نظام کے لئے زیادہ نقصان اور بدنامی کا باعث بن رہی ہے۔

علماء کرام کی جس قوّت پر اسلامی نظام کی پیش رفت کے سلسلہ میں بجا طور پر اعتماد کیا جاسکتا تھا اسے فرقہ واریت کا دیمک چاٹ رہا ہے۔

الغرض کسی بھی لحاظ سے اور زندگی کے کسی بھی شعبہ میں مسلمانوں کے لئے اطمینان کا ایسا سامان دکھائی نہیں دیتا جس پر خوشی اور مسرّت کے اظہار کی بنیاد رکھی جا سکے۔

ان حالات میں پندرھویں صدی ہجری کی پہلی عید الفطر ہمارے لئے یہ پیغام لے کر آئی ہے کہ ہم اپنی ذمّہ داریوں کا احساس کریں، اپنے فرائض کو پہچانیں، دوست دشمن کی تمیز کریں، باہمی محبّت و الفت اور اتحاد و اتفاق کو فروغ دیں، اپنے وسائل کو مجتمع کر کے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوشش کریں، دوسروں پر انحصار کم کرنے کی کوشش کریں اور سب سے بڑھ کر اس ذات اقدس کو اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ راضی کریں جس کی طاقت سب سے بالا اور جس کے فیصلے سب پر حاوی ہیں کیونکہ یہی ایک راہ ہے جس پر چلتے ہوئے

وانتم الاعلون ان کنتم مومنین

کا مصداق بن کر ہم ملت اسلامیہ کی عظمت رفتہ کی واپسی کا سامان کر سکتے ہیں اور اپنی داخلی و خارجی مشکلات و مسائل پر قابو پا سکتے ہیں۔

ترجمان اسلام کی ادارتی ذمّہ داریوں کے ضمن میں ایک ضروری وضاحت

راقم الحروف نے اپنی تدریسی و جماعتی معروفیات اور ادارہ ترجمان اسلام کی مالی مشکلات کے پیش نظر ادارہ کی باقاعدہ ملازمت کا سلسلہ ۳۱ جولائی ۸۱ء سے ترک کر دینے کا فیصلہ کیا ہے، تاہم تحریر و ترتیب کی حد تک ادارتی ذمّہ داریاں اعزازی طور پر پابندی کے ساتھ ادا کرتا رہوں گا اور اس مقصد کے لئے ضرورت کے مطابق وقتاً فوقتاً دفتر میں حاضر ہوا کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

احباب ترجمان اسلام کے انتظامی امور کے بارے میں مدیر معاون جناب محمد زاہد بلند شہری اور انچارج مالیاتی امور مولانا غلام اکبر سلیمانی سے رابطہ رکھیں۔

احقر ابو عمار زاہد الراشدی مدیر ترجمان اسلام لاہور

منظور احمد الحسینی
شعبہ نشر و اشاعت، مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ کے فرزند جلیل

حضرت مولانا محمد ارشد مدنی مدظلہ العالی سے ایک انٹرویو

پچھلے دنوں حضرت مولانا محمد ارشد مدنی ایک مختصر دورہ پر پاکستان تشریف لائے۔ سنا کرٹے میں حضرت مولانا عزیر گل صاحب زید مجدہٗ کی زیارت اور لاہور کے دورہ سے واپسی پر اتوار ۲۸ جون کو جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی تشریف لائے۔ مہمان خانہ میں مختصر قیام فرمایا۔ مولانا سے کافی وفود اور رفقاء نے ملاقات کی۔ مسلسل سفر اور بے آرامی کی وجہ سے مولانا پر تھکاوٹ کے کافی آثار تھے، لیکن اس کے باوجود آپ نے جامعہ کی دارالحدیث میں پونے گیارہ بجے سے بارہ بجے تک طلبہ کو خطاب کیا اور بہت سی زرین نصیحتوں سے نوازا۔ خطاب کے بعد مولانا کے اعزاز میں ایک پرتکلف ظہرانہ دیا گیا۔ نماز ظہر کے فوراً بعد بندہ حاضر خدمت ہوا اور چند منٹ کی اجازت چاہتے ہوئے ایک مختصر سا انٹرویو لیا۔

(منظور احمد الحسینی)

س: ہندوستان میں قادیانیوں کی سرگرمیوں کے بارے میں کچھ بتلائیں؟

ج: ہمارے یہاں موجودہ زمانے میں قادیانیت کا پرچار اور سرگرمیاں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ مسلمانوں میں مذہب اور مسلک سے بعد سارے عالم میں پایا جاتا ہے۔ اس کے باوجود دعویٔ نبوت یا قادیانی مذہب کی تبلیغ ہندوستان کے طول و عرض میں مسلمان اپنے دین کے لئے ایک زبردست چیلنج اور مذہب سے انحراف سمجھتا ہے۔

کافر اپنے دین کی تبلیغ کرسکتا ہے۔ عیسائی اپنے دین کی تبلیغ کرسکتے ہیں، لیکن کوئی مرتد قادیانی ختم نبوت کے عقیدے کے خلاف اپنے کسی عقیدے کو پیش کرے مسلمان اس کو کبھی برداشت نہیں کرپاتے۔ چنانچہ ہندوستان کے طول و عرض کسی جگہ میں قادیانی کھلم کھلا نہ اپنا کوئی اجتماع کرسکتے ہیں نہ کسی درسگاہ یا مسجد کے نام سے اپنی عبادت گاہ کی بنیاد رکھ سکتے ہیں۔ ہندوستان کے جنوب میں بعض صوبے تو ایسے ہیں جہاں لوگ اس مذہب کے نام سے بھی قطعاً ناآشنا ہیں۔ میرے خیال میں ہندوستان کی سرزمین اس جیسے باطل فرقوں کے لئے بہت سنگلاخ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قادیانیت ہو یا دوسرے فرقہ باطلہ ہندوستان میں اپنے میدان میں وسعت پیدا نہیں کرسکے جسکا بظاہر سبب رشد و ہدایت اور سلف صالحین کے مرکز کا وجود دارالعلوم دیوبند کی خیرات و برکات ہیں۔

س: آجکل ہندوستان میں مسلمانوں کی اقتصادی، دینی اور مروجہ عمومی تعلیمی حیثیت کیسی ہے؟

ج: تقسیم ملک کے بعد اقتصادی اعتبار سے مسلمان زیادہ مضبوط ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ برادران وطن کی طرح اقتصادی میدان میں مسلمانوں نے ترقی کی ہے، لیکن دولت کی تقسیم اور وسائل حیات سے ہر شخص نے اپنے علم، اپنی تجارت اور امکانیات سے بقدر صلاحیت حصہ پایا ہے۔ دنیاوی تعلیم میں دوسرے برادران وطن کی طرح مسلمانوں کو بھی مکمل مواقع حاصل ہیں اگرچہ مسلمان ان سے کما حقہٗ فائدہ نہیں اٹھاتا۔ دینی علوم میں بڑے بڑے مراکز مدارس ہندوستان کے ہر خطۂ ارض میں قائم ہیں۔ تقسیم ملک کے وقت سے ان میں ترقی ہے اور اب کئی گنا زیادہ مدارس دینیہ کا جال پھیلا ہوا ہے۔

س: ہندوستان میں جمعیۃ علماء ہند کس حیثیت سے کام کررہی ہے؟

ج: ہندوستان میں "جمعیۃ علماء ہند" دستوری اعتبار سے کوئی سیاسی جماعت نہیں اور وہ پارلیمنٹری سیاست میں کوئی حصہ نہیں لیتی۔ اس جمعیۃ کی طرف سے اس کے ہر ممبر اور ہر عہدیدار کو اس کی اجازت ہے کہ وہ کسی بھی غیر فرقہ پرور جماعت کا ممبر رہ سکتا ہے اور سرگرم حصہ بھی لے سکتا ہے۔

اگرچہ ممبران کے ایک طبقہ کا خیال تھا کہ جماعت کو پارلیمنٹری سیاست میں اور جماعتوں کی طرح شریک رہنا چاہیئے تھا۔ اس کے

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ، حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہؒ اور حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ وغیرہ حضرات نے بہت سوچ سمجھ کر تقسیم ملک کے بعد "جمعیۃ" کے لئے ایسے غیر سیاسی طریقہ کو مناسب ہی نہیں بلکہ ضروری سمجھا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو شاید جماعت کو مخلص اور صرف جماعت ہی کے لئے قربانی دینے والے افراد میسر نہ ہو سکتے، بلکہ جماعت سیاست سے منفعت حاصل کرنے والے لوگوں کے لئے وسیلہ اور ترقی کا ذریعہ بن جاتی۔

س: "جمعیۃ" کی مذہبی اور معاشی خدمات کے بارے میں مختصراً کچھ فرمائیں گے؟

ج: تقسیم ملک کے بعد جب مشرقی پنجاب اور راجستھان کے بعض علاقوں میں ارتداد عن الاسلام کا طوفان بہت زور سے اٹھا اور وہ مسلمان جن کے قلوب میں ایمانی بشاشت راسخ نہیں ہوئی تھی ہندوؤں کے ظلم و ستم سے ڈر کر ارتداد کر بیٹھے تو "جمعیۃ علماء ہند" نے اپنا اہم مشن بنا کر اور وقت کا اہم ترین فریضہ سمجھ کر اس کے خلاف تحریک اٹھائی اور اپنے ورکرز کو جنہیں حضرت مولانا محمد میاں صاحب اور مولانا منظور حسین قاسمی سر فہرست ہیں، انہوں نے مشرقی پنجاب اور راجستھان کے دور دراز علاقوں میں پہنچ کر تبلیغ دین کی اور لوگوں کو پھر دوبارہ اسلام میں داخل کیا نیز مسلمانوں کو اقتصادی مضبوطی کی طرف روشنی دینا، ان کی اجتماعی رہبری کرنا، انفرادی الجھنوں کو دور کرنے میں مدد کرنا، تقسیم ملک سے جو دو فرقوں میں باہمی بعد پیدا ہو گیا تھا اس خلیج کو دور کرنا اور جس فرقہ پرستی کو دور کرنے کے لئے اکابر جمعیۃ نے تقسیم ملک سے پہلے جان کی بازی لگائی تھی اس کی کمر توڑنا یہ جمعیۃ کا نصب العین ہے اور جمعیۃ آج تک اس پر قائم ہے۔ جمعیۃ کی ہر صوبے میں (علاوہ کشمیر) ہزاروں شاخیں قائم ہیں اور لاکھوں ممبر ہیں۔

س: کیا حالیہ مسلم کش فسادات حکومت کی شہ پر ہوتے ہیں؟

ج: یہ تو نہیں کہا جا سکتا، لیکن ہاں حکومت کے افراد کی غفلت اور اپنے فرض منصبی کو ادا نہ کرنا ضرور اس کا سبب بن جاتا ہے۔

س: دیگر مسلم جماعتیں کس حد تک مسلم کاز کے لئے جمعیۃ سے تعاون کرتی ہیں اور جمعیۃ کی ان میں کیا پوزیشن ہے؟

ج: چونکہ تقسیم ملک میں انگریزوں کے خلاف "جمعیۃ علماء ہند" ہی کے اکابر نے برادران وطن کے دوش بدوش بلکہ ان کے آگے بڑھ کر لڑائی لڑی، صعوبتوں کو برداشت کیا، جیلوں میں رہے اس لئے قدرتی طور پر حکومت کے سامنے شکایات کو پیش کرنے میں جو جسارت جمعیۃ کو ہو سکتی ہے وہ کسی ایسی جماعت کو نہیں ہو سکتی جس کا وجود تقسیم ملک کے بعد ہو۔ چنانچہ تقسیم ملک کے بعد "تبادلہ آبادی" کے وقت جو بھیانک مسلم کش فسادات ہوئے اس وقت "جمعیۃ علماء ہند" کے افراد کے علاوہ بلا استثناء کوئی دوسرا شخص میدان میں نہیں تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حفظ الرحمٰن، حضرت مدنی رحمہم اللہ یہی لوگ کفن بردوش سامنے آئے اور انہیں یہ حق حاصل تھا کہ ارباب حکومت کا ہاتھ پکڑ کر اپنی بات کو رکھ سکتے کیونکہ انہوں نے آزادی ملک کے لئے کسی سے کم قربانی پیش نہیں کی تھی، اس لئے دوسری مسلم جماعتوں کے مقابلہ میں ہر دور میں جمعیۃ کی آواز میں جو طاقت رہی ہے وہ کسی اور جماعت کو حاصل نہیں ہو سکی ہے۔

نظام العلماء پاکستان
کے مرکزی مبلغ
مولانا منظور الحق رحمانی
مرکزی بیت المال اور ترجمان اسلام کے بقایاجات کی وصولی کے لئے صوبہ سندھ و بلوچستان کے دورہ پر ہیں۔ احباب ان سے بھرپور تعاون فرمائیں۔ (ادارہ)

جامعہ عثمانیہ لاہور میں داخلہ

۲۲ رمضان ۱۴۰۱ھ سے جامعہ عثمانیہ کا تیسرا سال شروع ہو رہا ہے۔ گزشتہ سال ملک کے مختلف حصوں کے ۲۸ طلباء نے ابتداء سے ہدایہ شرح جامی تک کتب ذمہ دار اساتذہ سے پڑھیں۔ امسال موقوف علیہ کے بعض طلبہ داخلہ لے چکے ہیں اس لئے ابتداء سے موقوف علیہ سمیت تک کے طلبہ (جو خالص پڑھنے کے شوقین ہوں) انکو مشورہ دیا جاتا ہے کہ ۱۵ شوال تک بذریعہ خط یا بالمشافہ داخلہ لے لیں۔ (نوٹ) جامعہ کشادہ مسجد کے متصل ۳۲ کنال کے کھلے رقبہ میں اور لاہور کی خوبصورت اور کھلی آبادی میں واقعہ ہے۔ کھانے پینے، صابن، کتب، رہائش کے علاوہ مناسب وظیفہ بھی دیا جائیگا۔

المعلن:- مولانا خلیل الرحمٰن صاحب حقانی خطیب جامع مسجد و صدر مدرس ناظم جامعہ عثمانیہ اے بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر

باری تعالیٰ کی ہستی پر ایمان

انسانی فطرت سلیمہ کا تقاضہ

دل ہی تو آتا ہے، سمجھ میں نہیں آتا
بس جان گیا میں تیری پہچان یہی ہے

اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور ربوبیتِ عامہ کا بنیادی عقیدہ جاہل و عالم، عامی و عارف ہر شخص کے دل پر کم و بیش قبضہ جمائے ہوئے ہے اور کسی زمانہ میں دنیا کا کوئی حصہ اور خطہ ایسا نہیں بتلایا جا سکتا جس میں حق پرست لوگ اس عقیدہ اور یقین سے بے بہرہ رہے ہوں۔ تمام عقائدِ حقہ اور مذاہبِ سماویہ کی خوشنما اور دلکش عمارت کا سنگِ بنیاد ہی خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کی ربوبیت عامہ کے اعتقاد پر قائم ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور کتب سماویہ کا نزول وحی و الہام اور عقل سلیم سب اسی اجمال کی تشریح و تبیین ہے۔ ہستی باری تعالیٰ کا یقین محکم اگر محض منطقیانہ استدلال و احتجاج پر منحصر ہوتا تو جاہل قوموں میں ہرگز یہ نہ پایا جاتا بلکہ تہذیب و تمدن کے ابتدائی مراتب میں بھی اس کا کہیں وجود نہ ہوتا، حالانکہ واقعیت بلکہ اس کے خلاف ہے اور جہلاء کے دلوں میں جس وثوق و اطمینان کے ساتھ ہستی باری تعالیٰ کا یہ محکم عقیدہ اور یقین موجود رہتا ہے وہ بسا اوقات علماء اور فضلاء کے لیے بھی قابل صد رشک ہوتا ہے۔ اس لیے حتماً اور یقیناً کہا جا سکتا ہے کہ یہ تخم رشد و ہدایت جو تمام آسمانی تعلیمات کا مبداء اور منتہیٰ اور تمام ہدایاتِ ربانیہ کا وجود مجمل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عہدِ ازل ہی میں بطور میثاق عام پوری فیاضی کے ساتھ نوع انسانی کے تمام افراد میں بکھیر دیا ہے تاکہ ہر آدمی وحی و الہام اور عقل و فہم کی آبیاری سے اس تخم کو شجرۂ ایمان کی مضبوط جڑوں اور اعمال صالحہ کے مستقیم تنوں اور معاملات کی نازک اور لچکدار ٹہنیوں اور اخلاق و مکارم کے دلآویز اور خوشنما پتوں اور رضائے ایزدی کے لذیذ اور شیریں ثمرات تک پہنچا سکے۔ اگر وجود باری تعالیٰ کا یقین اور عقیدہ محض عقل و نظر اور اکتساب و استدلال پر ہی موقوف ہوتا، تو اکثر انسان اس پر متفق و متحد نہ ہو سکتے، کیونکہ تجربہ شاہد ہے کہ اکثر فکر و استدلال کی ہنگامہ آرائیاں اور بحث و مباحثہ کی موشگافیاں اتفاق و یکجہتی کے بجائے اختلافِ آراء اور تشتت افکار ہی پر منتج ہوتی ہیں۔ اس لیے تکوینی طور پر یہ نہایت ہی ضروری تھا کہ فطرت انسانی میں دیگر فطری خواہشوں کی طرح یہ یقین اور عقیدہ بھی ازل ہی سے ودیعت رکھا جاتا تاکہ اس عالم میں ہر متلاشی حق اور منصف مزاج شخص اس سے بہرہ ور ہو سکتا اور ربوبیت اور الوہیت کا یہ دقیق اور پیچیدہ مسئلہ ایک معمہ اور چیستان بن کر ہی نہ رہ جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر صحیح المزاج آدمی جس کو عقلی اور روحانی تندرستی حاصل رہی ہے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی ربوبیت عامہ کے عقیدہ پر کسی نہ کسی حد تک متفق رہا ہے۔ باقی رہے وہ افراد جو کسی عقلی اور روحانی بیماری سے متاثر ہیں، ان کی بات ہی الگ ہے۔ ایسا ہی ایک ملحد یہ کہتا ہے کہ میں خدا کا بالکل منکر ہوں، خدا کا خیال جہالت، خوف اور قوانین فطرت کی عام ناواقفی سے پیدا ہوتا ہے (العیاذ باللہ)۔ (دی سائنیز آف ریلیجس ایکسپیرینس لیکچر ۲ ص ۵۱، ص ۵۲ مطبوعہ ۱۹۰۲ء منقول از پروفیسر سٹاربک) مگر ان جیسے احمقوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی صفراوی بخار وغیرہ کا مریض میٹھی لذیذ اور خوشگوار دواؤں اور غذاؤں کو تلخ اور بدمزہ بتانے لگے، ایسے لوگ انجام کار تندرست دنیا کے سامنے بلکہ مناسب وقت آنے پر خود اپنی ہی نظر میں بالکل دروغ گو اور قطعاً جھوٹے ثابت ہوتے ہیں یا جیسے کوئی بھینگا ہو تو اسے ایک چیز کی دو نظر آتی ہیں کیونکہ اس کی آنکھوں کی ساخت ہی ٹیڑھی ہوتی ہے۔ ایسے ہی روحانی بھینگوں کو ایک اسلام کے دو اسلام اور ایک قرآن کے دو قرآن نظر آتے ہیں۔ ایسے ملحدین کی بات تو

جدا ہے۔ اسی ازلی عہد و میثاق کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح پیش فرمایا ہے:

(ترجمہ) اور جب نکالا تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو اور اقرار کرایا ان سے ان کی جانوں پر کہ کیا میں نہیں ہوں تمہارا پروردگار بولے کیوں نہیں؟ ہم اقرار کرتے ہیں (یہ اقرار ہم نے اس لئے لیا) تاکہ تم یہ نہ کہنے لگو قیامت کے دن کہ ہم کو تو اس کی خبر ہی نہیں تھی (کہ ہمارا بھی کوئی رب اور حاکم ہے اور ہم اس کے احکام کے پابند ہیں)۔ (الاعراف)

یہ عمومی اور اجمالی میثاق جو عہد ازل میں اللہ تعالیٰ نے لیا تھا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی مرفوع روایت کے مضمون کے مطابق نعمان کے مقام پر (جو میدان عرفات کے قریب ایک جگہ ہے) لیا گیا تھا اور سب کو باری تعالیٰ نے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ سے سوال کیا تھا اور سب نے یک زبان ہو کر بَلٰی سے جواب دیا تھا۔

(مسند احمد و مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۴)

اور حضرت ابی بن کعبؓ (المتوفی ۱۹ھ) کی موقوف روایت (جو حکماً مرفوع ہے) کے الفاظ کے پیش نظر جب سب نے بلیٰ کہا تو رب العزت نے فرمایا کہ میں تم پر سات آسمانوں اور سات زمینوں اور خود تمہارے باپ حضرت آدمؑ کو گواہ بناتا ہوں تاکہ "تم قیامت کے دن یہ نہ کہہ دو کہ ہمیں تیری ربوبیت اور الوہیت کا کوئی علم نہ تھا۔ سو اچھی طرح جان لو کہ نہ تو میرے سوا کوئی حاجت روا ہے اور نہ کوئی تربیت کرنے والا ہے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا۔ میں تمہاری طرف اپنے رسول بھیجوں گا جو تمہیں میرا یہ عہد و پیمان یاد کرائیں گے اور میں تم پر اپنی کتابیں نازل کروں گا۔ سب نے کہا کہ ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ تو ہمارا رب اور اِلٰہ ہے اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ نہ تو تیرے بغیر ہمارا کوئی رب ہے اور نہ کوئی اِلٰہ ہے۔" (مسند احمد)

اس عہد میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رب ہونے کا اقرار کرایا ہے نہ کہ اَب ہونے کا اور واضح الفاظ میں یہ بتایا ہے کہ وہ ربّ العالمین ہے ابو العٰلمین نہیں اور اسلام میں رب کا مرتبہ اور احترام اَب کے درجہ اور تعظیم سے کہیں بڑھ کر اور بلند ہے کیونکہ باپ کا تعلق بیٹے سے صرف آنی اور جسمانی ہوتا ہے مگر رب کا تعلق اپنے مربوب سے اس کی پیدائش اور وجود کے اولین لمحہ سے لے کر آخری لمحہ تک بلا انقطاع برابر جاری رہتا ہے اور اس فانی جہان کے بعد ابدی اور سرمدی جہان میں اس کی ربوبیت کا جو ظہور ہوگا وہ ہماری سمجھ اور ادراک سے بالاتر ہے۔ ہم کیا اور اس کے غیر محدود الطاف اور عنایات کیا؟

اسی ازلی میثاق اور خدائی تعلیم کا یہ اثر ہے کہ اولادِ آدم کے فطری عقلی اور روحانی طور پر تندرست افراد ہر قرن اور ہر زمانہ، ہر گوشہ اور ہر خطۂ ارضی میں حق تعالیٰ کی الوہیت و ربوبیت عامہ کا ایک حد تک اقرار کرتے رہے ہیں اور آج بھی اس دورِ زندقہ و الحاد میں کروڑوں کی تعداد میں اس کی ربوبیت کا اقرار اور اذعان کرنے والے موجود ہیں اور یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ جن لوگوں کو اپنے محبوبِ حقیقی کی محبت و رضا میں فنا میسّر ہو جاتی ہے تو پھر یگانہ و بیگانہ ہر دو محبوب کا سارا امتیاز ہی سرے سے ان کے دلوں سے اٹھ جاتا ہے اور دن بدن ان کی روحانیت ترقی پذیر ہوتی ہے اور انوارِ الٰہیہ کی تجلی ان کے لئے نکھرتی اور نکھرتی ہے اور رحمت خداوندی اپنی پوری وسعتوں کے ساتھ کھل اور کھل کر ان کے سامنے آتی ہے اور ایسے کاملین اور خدا رسیدہ حضرات کو یہ ملال اور خیال کبھی نہیں آتا کہ دنیا ان کے بارے میں کیا سوچتی ہے؟ ان کی تمام محبت و شفقت ہمدردی و سلوک اور تعاون و سازگاری کا صرف ایک ہی مرکز اور ایک ہی محور باقی رہ جاتا ہے اور وہ محض اپنے محبوب حقیقی کی معرفت و محبت اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ سے اس کی رضاجوئی مال و اولاد کا تو ذکر ہی کیا، اگر اپنے نفس کے ساتھ بھی ان کی الفت و محبت باقی رہ جاتی ہے تو وہ بھی صرف اُسی ہی کی خاطر۔ اس کی راہ اور رضا میں تمام قربانیاں شیریں بن جاتی ہیں اور اس کی ناراضگی میں ساری خوشیاں کانٹے نظر آتے ہیں۔ اس کی خوشنودی کے لئے گردنیں کٹوانا حیاتِ ابدی معلوم ہوتی ہے اور اس کی خلاف ورزی میں عیش و آرام کی پُرکیف زندگی بھی سراسر موت دکھائی دیتی ہے مگر یہ مقام صرف اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جس نے روحِ شریعت کو سمجھ کر مجاہدۂ نفس کی منزلیں طے کی ہوں کیونکہ ؎

ہزاروں منزلیں کرتا ہے طے پانی کا اک قطرہ
صدف میں تب کہیں ہوتا ہے تابندہ گہر پیدا

ربِّ قدیر کا انکار کیوں؟

اگرچہ ملحدین اور دہریے اپنے لئے خدا کا نام اور تصور پسند نہیں کرتے مگر ان احمقوں کے انکار سے اس کی ربوبیت پر کیا زد؟ ان کی عقل کی خامی دیکھئے کہ خدا اور الٰہ حقیقی کا تو وہ انکار کرتے ہیں اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کو اپنے لئے عار

سمجھتے ہیں لیکن اپنے ہی جیسے انسان کو صدر مملکت اور وزیر اعظم وغیرہ کی صورت میں اپنی جانوں کا مالک ومختار یقین کرتے ہیں جس کے حکم کے سامنے وہ سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور ومقہور ہوتے ہیں اور جس کی اطاعت و فرمانبرداری کا جذبہ اور اشتیاق ان کے دل کو بے قرار اور ان کی روح کو بے چین رکھتا ہے۔ آخر کوئی نصب العین اور کشش تو ہے جو ان کے قلب وجگر کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے، جس کی نشر و اشاعت کے لئے وہ جنگل اور پہاڑ کاٹ کاٹ کر ملک ملک اور گوشہ گوشہ کا چکر لگاتے ہیں اور کروڑوں بلکہ اربوں اور کھربوں روپے اس کے پروپیگنڈہ پر صرف کرتے ہیں اور اپنے مصنوعی رب کی توصیف وتعریف میں ہر وقت اور ہمہ وجوہ وہ رطب اللسان رہتے اور ہر مجلس و محفل میں اس کے ترانے گاتے ہیں اور نہ بھی تو نفس امارہ کی بندگی اور اطاعت تو کہیں نہیں گئی۔ ان کی بدبختی اور شومیٔ قسمت دیکھئے کہ حقیقی اور برحق رب اور رؤف و مہربان خدا کے مقابلہ اور بدل میں ان کی یہ مخترع خود ساختہ اور تراشیدہ الٰہ کیسے بھا گیا؟ اور کس طرح اس کی بھول بھلیاں ان کے لئے فریب نظر اور تسکین عقل کا ذریعہ بن گئیں۔ قرآن مجید میں ایک مختصر مگر نہایت جامع مضمون حسن وخوبی کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے یوں بلیغانہ انداز میں سمیٹ کر رکھ دیا ہے جس کی جامعیت پہ ہر حقیقت پسند دل وجد آفریں دکھائی دیتا ہے اور وہ منکرِ خدا کی سیاہ اور تاریک پیشانی پر کوکبِ درخشندہ کی طرح صاف چمک رہا ہے،

اَرَأَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ ط
اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا ه

(پ ۱۹ - الفرقان - ۴)

بھلا دیکھو تو اس شخص کو جس نے اپنا الٰہ (اور حاکم) بنا لیا، اپنی خواہش کو کیسے لے سکتا ہے تو ہی

کا ذمہ؟ (ہرگز نہیں)

غور کیجئے کہ جس شخص اور قوم کا مزاج روحانی اسقدر بدل اور بگڑ چکا ہو کہ اس نے اپنی خواہش کو اپنا الٰہ، حاکم اور مطاع بنا دیا ہو کہ جدھر اس کی خواہش اسے لے گئی ادھر ہی وہ جھک پڑا اور جو بات خواہش اور مرضی کے مطابق ہوئی وہی قبول کر لی اور جو عمل نفس کے موافق ہوا وہ اختیار کر لیا اور جو قول وعمل خواہش کے موافق نہ ہوا وہ رد کر دیا۔ آخر اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے؟ یوں تو عہد میثاق کے علاوہ بھی بے شمار حسی اور معنوی دلائل خداوند عزیز کی الوہیت اور ربوبیت کے اثبات واقرار پر موجود ہیں مگر شومیٔ قسمت کا کیا کہنا ہے

سمجھ میں مسئلہ توحید آ تو سکتا ہے
ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہئے

احباب کا شکریہ

ادارہ ترجمان اسلام لاہور کے سرکولیشن منیجر اور نظام العلماء کے مرکزی مبلغ جناب مولانا منظور الحق رحمانی نے درج ذیل علاقوں کا دورہ مکمل کر لیا۔

ساہیوال - چیچہ وطنی - میاں چنوں - ملتان - لودھراں - بہاولپور، احمد پور شرقیہ - ترنڈہ محمد پناہ خیرپور - گنڈا یارو - اسکرنڈ نوابشاہ - سانگھڑ سنجھورو شہداد پور - حیدرآباد اور کراچی۔

ادارہ موصوف سے تعاون کرنے والوں کا انتہائی مشکور ہے اور امید کرتا ہے کہ وہ آئندہ بھی مولانا محمد منظور الحق رحمانی صاحب سے اسی طرح بھرپور تعاون کریں گے تاکہ یہ تحریکی رسالہ منزل کی جانب رواں دواں رہے

(ادارہ ترجمان اسلام)

اسلامی تعلیمات، سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اسلامی معاشرتی ذمہ داریاں کیا ہیں؟

اس کو سمجھنے کے لئے جذب وکیف سے معمور

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب قریشی مہتمم جامعہ اشرفیہ وخطیب جامع مسجد مہابت خان

کی ایک اور تصنیف

الدعوت الی الخیر

منظر عام پر آگئی ہے
جو دس ابواب پر مشتمل ہے

اتنی جامع اتنی پُرکشش اتنی جاذب نظر کہ ایک بار شروع کی تو ختم کئے بغیر نہ چھوڑ سکیں گے

آج ہی اپنے قریبی بک سٹال سے حاصل کریں یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیں۔

صفحات: ۲۵۶ قیمت صرف پندرہ روپے سفید کاغذ خوبصورت جلد

مؤتمر المؤلفین
۱۔ جامعہ اشرفیہ علامہ عبدالودود قریشی روڈ
۲۔ جامعہ اشرفیہ تاریخی جامع مسجد مہابت خان پشاور

مولانا سید محمد ایوب جان بنوری کا وضاحتی مکتوب

ہفت روزہ ترجمان اسلام کے مفتی محمودؒ نمبر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد ایوب جان بنوری مدظلہ العالی امیر نظام العلماء صوبہ سرحد کا مضمون شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے بندوق کے ذبیحہ کی حلت کے بارے میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہ العزیز کے مؤقف کا مختصراً تذکرہ کیا ہے۔ اس پر بوریوالہ کے مولانا محمد ابراہیم صاحب نے مولانا بنوری موصوف کے نام ایک خط میں اپنے اشکال کا اظہار کیا۔ مولانا مدظلہ نے اس خط کے جواب میں درج ذیل وضاحتی مکتوب ارسال فرمایا ہے۔ (ادارہ)

محترم المقام جناب مولانا
زاہد الراشدی صاحب زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ'
گرامی نامہ موصول ہوا۔ مراسلہ نگار کو ہم نے جواب ارسال کر دیا ہے۔ اس کی نقل درج ذیل ہے۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے کوئی قطعی اور فیصلہ کن بات نہیں فرمائی تھی۔ ویسے ہی باتوں باتوں میں مذکورہ مسئلہ کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار فرمایا تھا۔ مضمون کے الفاظ نے شاید آپ کو شبہے میں ڈال دیا ہے۔ بہرحال پھر بھی آپ کے کہنے پر چند ایک کتابیں مطالعہ کی گئیں جن میں حضرت مفتی صاحب مرحوم کی رائے کے لئے گنجائش نظر آتی ہے مثلاً شامی ص ۲۹۵ کتاب الذبائح مطبوعہ شرکۃ مکتبہ و مطبعہ مصطفی البابی الحلبی مصر اسی طرح کتاب الصید ص ۴۷۱ وغیرہ کی عبارتیں ملاحظہ ہوں۔

مضمون کی جس عبارت کی وجہ سے آپ کو تشویش لاحق ہوئی ہے' اگر اس کو اس طرح پڑھ لیا جائے تو شاید آپ کا شبہ رفع ہو جائے۔

"بندوق سے جب فائر کیا جاتا ہے تو اس وقت گولی مثل انگارے کے بن جاتی ہے اس سے شکار زخمی ہو جاتا ہے اور چونکہ آگ سے ذبیحہ کو فقہاء کرام حلال قرار دیتے ہیں اس لئے بندوق کا شکار بھی حلال ہونا چاہیئے"

پنجاب کی تاریخی اور عظیم دینی درسگاہ

دار العلوم ربانیہ بستی ریاض المسلمین اڈہ پھلور ضلع فیصل آباد

قیام اپریل ۱۹۴۰ء، ملحق تنظیم وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدرسہ عرصہ چالیس سال سے عقیدہ اہلسنت والجماعت کے مطابق تدریسی۔ تبلیغی۔ اصلاحی۔ تعلیمی خدمات انجام دے رہا ہے۔ سینکڑوں طلبہ علوم نبویہ سے فیضیاب ہو کر ملک اور بیرون ملک دین حقہ کی تبلیغ میں معروف ہیں۔ مدرسہ میں حفظ و ناظرہ۔ علم تفسیر۔ علم کلام۔ فلسفہ۔ منطق۔ فقہ۔ اصول فقہ۔ صرف و نحو۔ اصول حدیث اور دورہ حدیث تک کے شعبہ جات قائم ہیں۔ مدرسہ میں ملک کے تمام حصوں کے طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ اس وقت تقریباً ڈیڑھ صد طلبہ بیرونی مقیم ہیں جن کی رہائش و خوراک و دیگر ضروریات کا مدرسہ ہی کفیل ہے۔ گیارہ محنتی قابل مستند اساتذہ کرام پوری توجہ سے طلبہ کو تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت اخلاق و عادات کردار کی طرف بھی خصوصی خیال رکھتے ہیں۔ شعبہ دورہ حدیث میں شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد فاضل دار العلوم صدر مدرس اپنے مخصوص انداز میں پڑھاتے ہیں۔ شعبہ دورہ حدیث عبدالرحمن، مولانا سراج احمد صاحب بھی شعبہ دورہ حدیث کے اساتذہ ہیں۔ مدرسہ کا اہتمام حاجی عبدالواحد صاحب، حضرت مولانا عبدالغنی صاحب۔ مولانا عبدالرشید صاحب کے سپرد ہے جو پوری محنت کوشش اور لگن کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

داخلہ جدید: مدرسہ کا داخلہ جدید یکم شوال سے آخر شوال تک جاری رہے گا۔ وقت پر رجوع کریں۔

اپیل: مخیر حضرات مدرسہ کی اعانت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

شعبہ نشر و اشاعت، دار العلوم ربانیہ بستی ریاض المسلمین چک ۲۵۶ پھلور تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع فیصل آباد

صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کے نام ایک کھلا خط

عالی قدر صاحب امر جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب،
صدر اسلامی جمہوریۂ پاکستان

السلام علیکم و رحمۃ اللہ

زبان سے کوئی بات کہہ دینی چنداں مشکل نہیں ہوتی جتنا کہ عمل و کردار کی دنیا میں اس کا ثبوت فراہم کرنا مشکل ہوتا ہے۔ ہمارے سب سے بڑے آقا رہبر دین و محسن انسانیت حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تو تئیس برس کے مختصر عرصے میں مٹھی بھر انسانوں کی بے وسیلہ جماعت کے ساتھ مشکلات و مصائب کے طوفانوں میں گھر کر آلام و شدائد کی دلدلوں میں پھنس کر ایک ایسا عظیم الشان انقلاب برپا کیا جس کی نظیر تاریخ عالم میں مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے اسی انقلاب کا ثمرہ ہے کہ مرور زمانہ اور لیل و نہار کی کروڑوں گردشوں کے بعد آج بھی چار دانگ عالم میں ایک ارب انسانیت کے افراد اپنے گلے میں اس کی محبت و عقیدت کا ہار ڈالے فخر محسوس کرتے ہیں۔

در دلِ مسلم مقام مصطفٰےؐ است
آبروئے ما ز نام مصطفٰےؐ است
(اقبال)

ہائے افسوس اور صد افسوس کہ ہمیں آزادی حاصل کئے چونتیسواں برس گزر رہا ہے۔ لیکن ہماری حالت روز اول جیسی ہے۔ ہم اور ارباب اقتدار نے اسلام اور ملکی تعمیر و ترقی کے نعرے تو بہت لگائے شاید غلط ڈھب پر کچھ کام بھی کیا ہو۔ لیکن بے سُود جو نہی عقیدت و محبت بغض و عناد کی عینک اتار کر حقیقت حال کا جائزہ لیا جائے تو اس حقیقت کا اعتراف کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں رہتا کہ ہم تو تیلی کے "کولہو والے بیل" ہیں ہم اپنی سست روی و غفلت شعاری سے یہ کمبختی و حرماں نصیبی پر جتنا بھی ماتم کر لیں کم ہے اور اس پر ندامت و پشیمانی کے جتنے بھی آنسو بہائیں بجا اور روا ہے۔ خدا تعالٰے نے بارہا خطرے کے الارم اور گھنٹیاں بجا بجا کر ہمیں سنبھلنے اٹھنے اور اپنے قوت بازو پر چلنے کے مواقع عنایت فرمائے لیکن ہم ٹس سے مس نہ ہوئے ؎

انقلاباتِ جہاں واعظِ رب ہیں سُن لو
ہر تغیّر سے صدا آتی ہے نافہم نافہم

اس ذاتِ کریم نے ایک بار پھر ہماری حالتِ زار پر رحم و ترس کھایا اور سنبھلنے کا موقع دیا۔ اب یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم جانب منزل سوچ سمجھ کر نہایت عزم و احتیاط کے ساتھ صحیح قدم اٹھائیں اور کسی بھی خضر دی لباس شیطان کی ذہنی و فکری جسمانی و روحانی سیادت و قیادت کے جال میں نہ پھنسیں، خدانخواستہ اب اگر دام فریب کا شکار ہو گئے تو نتیجہ بڑا بھیانک اور تباہ کن ہوگا اللھم اھدنا الی سواء السبیل۔

صدر محترم!

آپ نے مشیرانِ مملکت کی مشاورت سے مختلف شعبوں میں اصلاحات نافذ فرمائی ہیں جن کو اب عملی شکل میں اپنایا جا رہا ہے اس سلسلے کی ایک اہم کڑی "محکمہ تعلیم" بھی ہے۔ یہ ایک بڑا اہم شعبہ اور محکمہ ہے جو درحقیقت محور و مرکز کا مقام رکھتا ہے۔ محکمہ تعلیم میں تبدیلیاں لائی جا رہی ہیں۔ اور موجودہ حکومت نے تو اسلامی نظام تعلیم نافذ کرنے کا عزم کر لیا ہے۔ اللہ تعالٰی توقعات سے بڑھ کر کامیابی بخشیں۔

ہر حکومت نے ہر کہ آمد عمارت نو ساخت کے اصول کے تحت اپنے اپنے دَور میں تعلیمی پالیسیاں مرتب کیں۔ ماضی قریب کی مرحوم حکومت نے "تعلیم مفت" کی نوید جانفزا سنائی تھی، لیکن ملک و قوم کے ساتھ یہ ایک فراڈ تھا اور منظم منصوبے کے تحت قوم کو قعر جہالت میں دھکیلنے کی ایک ناپاک سازش تھی لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ قیام پاکستان سے اب تک جتنی مرتبہ بھی تعلیمی پالیسیاں وضع ہوئیں ان سب میں لارڈ میکالے کا نظام تعلیم اور اس کی منحوس روح موجود تھی اور اب بھی ہے۔

بظاہر ہم ۱۹۴۷ء سے آزاد ملک کے آزاد شہری ہیں، لیکن فکری و ذہنی غلامی کا پھندا ابھی تک ہماری گردنوں میں پڑا لٹک رہا ہے۔ آزادی کے بعد زمام کار جن لوگوں کے ہاتھ میں آئی اور اب تک ہے اگرچہ وہ حسب و نسل، رنگ و نسل کے لحاظ سے انگریز نہیں لیکن بود و باش، طرز معاشرت، ذہن و فکر سوچ و خیال بالکل وہی ہے طرفہ تماشہ یہ کہ وہ اس مغربی نظام زندگی کو ترقی سمجھ بیٹھے ہیں ؎

کی مسلمان نے جو ترقی فرنگی بن کر
یہ فرنگی کی ترقی ہے مسلماں کی نہیں

پاکستان لا الٰہ الا اللہ کے مقدس نعرے پر معرض وجود میں آیا تھا۔ اب اس نعرہ اور نظریہ کا تقاضا تھا کہ (ہمارا پورا نظام مملکت) نظام تعلیم خالصتاً اسلامی نظریاتی بنیادوں پر استوار ہوتا۔ مشرقی اقدار و روایات کا حامل اور امین ہوتا۔ ہم اپنا رشتہ لندن کی گوری سرکار سے توڑ کر مکہ و مدینہ کے بے تاج بادشاہ سے جوڑتے! کیونکہ محکمہ تعلیم ہی وہ واحد شعبہ ہے جو پورے ملک پر کنٹرول کرتا ہے اور ہر محکمہ کو افراد کار مہیا کرتا ہے۔ ابتداء ہی سے نسلِ نوخیز تعلیمی اداروں میں اسلام کے سنہری اصول و ضوابط کے تحت پروان چڑھتی، مذہب ان کی گھٹی میں پڑتا اور مشرقی روایات کی چھاپ لگتی۔ اس کے برعکس ہمارے اسلامی و نظریاتی ملک میں انگلش میڈیم سکولوں کو وہ عروج حاصل ہوا کہ مزید سکول کھولنے پر پابندی لگانی پڑی اور ساتھ میں اردو تعلیم کو لازمی قرار دیا (اگرچہ عملاً کچھ نہیں ہوا اور نہ توقع ہے، بہرحال قانون تو موجود ہے)۔

موجودہ حکومت اسلامی نظام تعلیم کے نفاذ و اجرا کے لئے بار بار بتکرار اعلان کر رہی ہے اور اب ڈگری سطح تک اسلامیات کے مضمون کو لازمی قرار دیا ہے جو ایک خوش آئند اور مستحسن اقدام ہے۔ اے کاش یہ قدم جو اب مجبوراً اٹھایا جا رہا ہے پاکستان کے آغازِ وجود سے خوشدلی کے ساتھ اٹھایا جاتا تو ہماری موجودہ او رنسل نوخیز مذہب دشمنی اور خدا بیزاری میں مبتلا نہ ہوتی۔

ہماری زبان انگریزی کی بجائے عربی ہوتی یا کم از کم قومی زبان اردو کو اپنایا ہوتا اور معاشرہ میں اس کو جائز مقام ملتا (حالانکہ بانئ پاکستان قائداعظم مرحوم نے اردو کو سرکاری زبان قرار دیا تھا)۔

کیا عربی، فارسی، اردو میں وہ وسعت اور ہمہ گیری، گہرائی اور گیرائی نہیں ہے جو سات سمندر پار کی بدیشی زبان انگریزی میں ہے جس کے ورق الٹے، کتاب الٹی طرف الٹے، نتیجہ پڑھنے پڑھانے سے دل بھی ٹیڑھے اور الٹے ہو جاتے ہیں اللھم احفظ قلوبنا۔

کیا مشرقی زبانیں اپنے اندر وہ حلاوت و چاشنی نہیں رکھتیں جو انگریزی میں موجود ہے؟ کیا ہمارے ملک کی اکثریت انگریزی پڑھنا لکھنا اور بولنا جانتے ہیں، کیا انگریزی زبان کی تعلیم و تدریس مشرقی زبانوں کے مقابلہ میں نسبتاً آسان ہے۔ کیا مسلمانوں کا تعلیمی تہذیبی و تمدنی سرمایہ اور علمی و فنی مواد وغیرہ صرف انگریزی زبان میں موجود تھا اور مشرقی زبانوں کا دامن اس سعادت و نعمت عظمیٰ سے یکسر خالی تھا اور مندرجہ بالا مجبوریوں کے تحت انگریزی زبان کو اپنایا گیا۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ جب مندرجہ بالا سوالات کے جواب پر نظر فرمائیں گے تو ہر سوال کا جواب یقیناً نفی میں پائیں گے تو پھر سوال ہے کہ آخر کیا ایسی معقول وجہ جواز اور حکمت ہے کہ اب تک انگریزی زبان کو ہم پر مسلط کیا ہوا ہے؟ تو مختصراً جواب عرض ہے کہ ہم پر مغربی نظام حیات، فکری و ذہنی غلامی کا بھوت بری طرح سوار ہے جس نے ہمارے قوائے فکر و عمل کو مضمحل و معطل کر دیا ہے اور ایسا مختل و مفلوج کیا کہ ہم زر خالص اور جنس خام میں تمیز تک نہیں کر سکتے۔ موجودہ حکومت اسلامی نظام تعلیم کے سلسلہ میں اردو اور عربی کو بڑی اہمیت دے رہی ہے۔ یہ خبر بہت گرم ہے کہ اب عربی زبان کو بہت فروغ ہوگا۔ چنانچہ فروری ۱۹۷۹ء میں صدر پاکستان نے بذات خود بڑی شد و مد کے ساتھ ببانگ دہل یہ اعلان فرمایا کہ سکولوں میں عربی زبان کی تعلیم و تدریس ششم تا دہم لازمی ہے۔ صدر محترم کا یہ اعلان ذرائع ابلاغ سے بار بار نشر ہوا، ملک بھر کے اخبارات کی شہ سرخیوں کی زینت بنا ایڈیٹر حضرات نے کھل کر عربی زبان پر بڑے جامع، ٹھوس، پُر مغز اداریے اور جاندار تبصرے تحریر کئے۔ اسلامیان پاکستان اور خاص کر علماء اور مذہبی حلقوں میں اس کا پُر جوش خیر مقدم کیا گیا۔ مدارس کے طلبہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی مسرت و شادمانی کا نور ان کی پیشانیوں پر چمک اٹھا کیونکہ ان کے آقا کی محبوب زبان کے تن مردہ میں صورِ مسیحائی پھونکا گیا۔ قرآن کی زبان نے فیض رساں کو نویدِ حیات سنائی گئی، لیکن نامعلوم اس اعلان پر آج تک عمل کیوں نہ ہو سکا۔ کن ملت دشمن عناصر نے اس مظلوم زبان کی حیاتِ نو میں اپنی موت سمجھی اور معصومہ کو جنم لینے سے قبل ہی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا؟

عربی زبان کی اہمیت و حیثیت

جناب عالی!

نہایت ادب سے گذارش ہے کہ عربی زبان ام الالسنہ ہے۔ یہ ہمارے محبوب آقا کی محبوب زبان ہے۔ یہ دُنیا میں اہل جنت کا زندہ نشان ہے اور بنی نوع انسان کے نام آخری ربانی پیغام و ہدایت نامہ اسی زبان میں مرقوم ہے۔

مارچ ۱۹۸۰ء کے بالکل اوائل میں خود صدر مملکت نے عربی زبان کے فروغ کی سوسائٹی کی ایک جدید عمارت کے افتتاحی سلسلہ میں عربی زبان کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ میری یہ خواہش ہے کہ تمام اسلامیان پاکستان عربی زبان کی تعلیم حاصل کر کے قرآن پاک میں درج احکام خداوندی کو سمجھنے کے قابل ہو جائیں اور یہ بھی

فرمایا کہ :

اگرچہ ہمارے ملک کے کسی حصہ میں عربی بولی نہیں جاتی تاہم اسے جملہ زبانوں پر فوقیت و برتری حاصل ہے۔ جب ایک بچہ مسلم گھرانے میں جنم لیتا ہے تو سب سے پہلے اس کے کان عربی زبان میں خدائے وحدہ لاشریک کی عظمت و تقدیس کا ترانہ اور نعرۂ مستانہ سنتے ہیں۔ اکثر عبادات اور جملہ دعائیں عربی زبان میں ادا ہوتی ہیں۔ تلاوتِ کلام پاک ہمارا مذہبی فریضہ ہے۔ قرآن کی فصاحت و بلاغت مسلّم اور عدیم المثال شاہکار ہے۔ عربی زبان نہ صرف قرآن و حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے بلکہ عربی زبان نے علم و ادب، شعر و حکمت اور فنون کو اجاگر کرنے میں عظیم کردار ادا کیا ہے۔ صدہا برس تک یہ زبان سائنس و فلسفہ کے علوم کا واحد ذریعہ اور ترجمان رہی ہے۔ اس حقیقت کا ثبوت دنیا بھر کے ان عظیم الشان کتب خانوں کی دیوقامت الماریوں سے ملتا ہے جہاں عربی علوم و فنون کی یہ کتابیں اپنی بے زبانی پر نوحہ خواں ہیں۔ غالباً اقبال مرحوم نے اسی علمی سرمایہ و میراث کو بدحالی اور کسمپرسی کے عالم میں دیکھ کر نوجوانوں کی غیرتِ خفتہ کو بیدار کرنے کے لئے یہ فرمایا تھا ؎

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں دل ہوتا ہے سیپارہ

دنیا کے بدلتے ہوئے حالات اور تقاضے بھی ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کر رہے ہیں کہ ملّی ایک مسلمان اور مذہبی دیوانہ ہونے کی حیثیت سے نہ سہی بلکہ دنیوی اغراض و مقاصد اور رفاہِ عامہ کے تحت عربی زبان کو اپنانا اور اس کی تعلیم و تدریس کو ضروری قرار دینا ایک اہم اور فوری ضرورت ہے۔ پاکستان اپنے مسلم برادر ممالک بالخصوص عرب اور مشرق اوسط کے ممالک سے محبت کی پینگیں بڑھا رہا ہے۔ اخوت و دوستی کے رشتوں کو مستحکم و مضبوط کرنے کے لئے عرب ممالک سے تعلیم، تعمیرات، مواصلات، زراعت، اسلحہ سازی، بینکنگ اور سماجی بہبود سے فنی تربیت تک تعاون جاری ہے۔ اس تعاون کو دیرپا، مؤثر اور بہتر بنانے کے لئے عربی زبان کی تعلیم و تدریس ناگزیر ہو گئی ہے ورنہ تو مشہور فارسی مقولہ "زبانِ یارِ من ترکی و من ترکی نمی دانم" والا معاملہ ہوگا۔

نیز ملک کی اقتصادی، سماجی اور عمرانی حالات کا شدید تقاضا ہے کہ ہم اپنے ملک پاکستان میں عربی زبان کو وہی مقام و اہمیت دیں جو انگریزی کو حاصل ہے۔ آج سے دس پندرہ سال قبل لوگ حصولِ کسبِ معاش کے سلسلہ میں مغربی ممالک کا رخ کرتے تھے، امریکہ کے طواف کرتے تھے اور لندن تو ان کی آخری منزل ہوا کرتا تھا، لیکن اب حالات یکسر بدل چکے ہیں۔ مشرق اوسط کی عرب ریاستوں کی طرف یلغار شروع ہے۔ سعودی عرب جو دینی سعادتوں کا مرکز تھا اب دین و دنیا کا مجمع البحرین بن چکا ہے اور پھر مستقبل کے عالمی سیاسی افق پر جو سورج طلوع ہونے والا ہے وہ سرزمینِ عرب سے ہوگا۔ ظاہر ہے کہ عرب ممالک سے پاکستان کو دلی تعلق اور گہرا لگاؤ ہے۔

اگر موجودہ حکومت نیک نیتی اور صاف دل سے چاہتی ہے کہ اپنے آزاد وطن مملکت خداداد پاکستان میں اسلامی نظامِ حیات پر مبنی معاشرہ قائم کریں اور دنیا کو اسلام کے سیاسی، سماجی، ثقافتی، تہذیبی، تمدنی، عمرانی اور اقتصادی نظام سے کماحقہٗ روشناس اور آگاہ کریں تو پھر ہمیں عربی زبان کو اپنانا ہوگا ورنہ اسلام کا صحیح اور مکمل تعارف نہیں ہوگا اور نہ ہی ہم مذہب اسلام کو اس کی جملہ خوبیوں، رعنائیوں اور آب و تاب کے ساتھ اغیار کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ اسلام اور عربی زبان کے آپس میں گہرے مراسم ہیں، اس لئے عربی زبان سے استفادہ نہایت ضروری ہے۔ عربی زبان کی ترویج و ترقی، نشر و اشاعت عربی نیشنل سینٹرل اور ٹی۔ وی کے عربی اسباق سے ہرگز ہرگز پوری نہیں ہو گی بلکہ ضرورت ہے کہ سکولوں کالجوں میں عربی زبان کی تعلیم و تدریس کو لازمی قرار دیا جائے۔

جنابِ والا!

مندرجہ بالا اقتباسات میرے قلب و ضمیر کی آواز نہیں اور نہ زید و بکر کی خیالی تصویر اور لفاظی، بلکہ یہ جستہ جستہ فقرے جو مبنی بر حقائق ہیں آپ کی زبانِ حق بیان سے برسرِ مجلس ادا ہوئے ہیں۔ یہ آپ کا ذاتی جذبہ ہے جنہیں میں نے الفاظ کا جامہ پہنا دیا ہے۔ اگر یہ آپ کے حساس قلب و ضمیر کی واقعی آواز ہے تو مبارکباد قبول فرمائیے۔

پاکستان کے سرکاری تعلیمی اداروں میں عربی اساتذہ کی حالتِ زار

اب ذرا ایک جھلک عربی زبان کے مظلوم مجبور اساتذہ کی ملاحظہ فرمائیے تاکہ یہ حقیقت طشت از بام ہو جائے کہ ہمارے قول و فعل میں کتنا تضاد ہے۔ کردار و گفتار میں کس قدر بُعدِ عظیم ہے۔ کرنے اور کہنے کی آپس میں کیا نسبت ہے۔ فی الوقت سکولوں کے مروجہ نظامِ تعلیم میں عربی / فارسی جماعت ششم سے دہم تک اختیاری مضمون کی حیثیت سے پڑھائی جاتی ہے۔ نصابی کتاب کے امتحانی ۱۰۰ نمبر ہوتے ہیں۔ آج سے پانچ سال قبل ۲۰۰ نمبر والی پڑھائی جاتی تھی جسے کالے انگریزوں نے اپنے مفادات کی بھینٹ چڑھا دیا ہے۔ دیکھئے ۱۰۰ نمبر والی ادب کتنے وزن کی حامل ہے۔

سکولوں میں عربی / فارسی کے اساتذہ کو محکمہ تعلیم کی اصطلاح میں او۔ ٹی (O.T) سے تعبیر کیا جاتا ہے ان کی ملازمت کے لئے ضروری ہے کہ وہ مشرقی زبانوں میں سے

(عربی / فارسی / اردو) کسی زبان کے فاضل ہو اور ساتھ ہی میٹرک پاس ہوں اور ایک سالہ محکمانہ تربیتی کورس او۔ٹی بھی کیا ہوا ہو۔ فاضل کی ڈگری کا حصول آسان نہیں ہے بلکہ اس کے لئے عمر عزیز کے پندرہ سولہ سال کی محنت شاقہ اور بھاری بھرکم ضخیم کتابوں کے وسیع مطالعہ کے لئے عرق ریزی کرنی پڑتی ہے خاص کر عربی زبان کا فاضل خاصا مشکل ہے جس کا نصاب ایم۔اے عربی سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے بلکہ مماثل و مساوی ہے۔

مزید براں عربک اساتذہ کی غالب تعداد ملک کے نامور اور بلند پایہ ممتاز دینی مدارس کے فضلاء کی ہے جیسے دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور، ندوۃ العلماء لکھنؤ، دارالعلوم کراچی، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، خیرالمدارس ملتان، جامعہ اشرفیہ لاہور جن کی سند کو گورنمنٹ آف پاکستان حال ہی میں ایم۔اے اسلامیات اور ایم۔اے عربی کے مساوی قرار دے چکی ہے۔

دینی اداروں کے فضلاء عربک اساتذہ جن کی علمی قابلیت واستعداد مسلمہ ہوتی ہے اور وہ اپنے متعلقہ مضامین پر مکمل عبور و دسترس رکھتے ہیں۔ السنہ شرقیہ کے اساتذہ (عربک) مڈل اور ہائی سکولوں میں چار مضامین کی تعلیم و تدریس کے اہل سمجھے جاتے ہیں اور یہ بات محکمانہ سند کی عبارت میں درج ہے چار مضامین میں سے دو لازمی اور دو اختیاری حیثیت رکھتے ہیں۔ اسلامیات و اردو لازمی ہیں جبکہ عربی، فارسی اختیاری ہیں۔ علاوہ ازیں سکولوں میں مذہبی تقاریب کے [illegible] اور روح رواں بھی مظلوم عربک اساتذہ ہوتے ہیں۔ ادبی پروگراموں کے لئے سکول طلبہ کو تیار کرنا یومیہ صبح اسمبلی میں درس قرآن و حدیث کے ذریعہ طلبہ میں [illegible] ذہن پیدا کرنا اور سکول مسجد میں [illegible] طور پر امامت و خطابت کے فرائض اضافی ڈیوٹی میں شامل ہیں۔

عربی اساتذہ کی تنخواہ ومعاوضہ

اب کلیجہ تھام کر سنیئے کہ گورنمنٹ السنہ شرقیہ کے اساتذہ (عربک) کو معاوضہ و مشاہرہ کیا دیتی ہے تو ملاحظہ فرمائیے۔ (عربک اساتذہ جن کی تعلیمی استعداد ولیاقت اور فرائض ملاحظہ کر چکے ہیں) کہ عربک اساتذہ کو قومی اسکیل ۸ سے نوازا جاتا ہے یعنی ۳۷۰ - ۱۶ - ۵۱۴ / ۱۸ - ۶۴۰

اب مقابلہ میں انگلش اساتذہ کو بھی دیکھیے جائیے۔ سکولوں میں انگلش اساتذہ کو دو طبقوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

۱۔ جونیئر انگلش ٹیچر
۲۔ سینئر انگلش ٹیچر

اول الذکر کی تعلیمی استعداد ایف۔اے ہوتی ہے۔ مزید برآں محکمانہ تربیت کا یکسالہ کورس جسے سی ٹی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ طبقہ جماعت ششم تا ہشتم تعلیم و تدریس کے فرائض انجام دیتا ہے۔ ان کو بھی قومی پے سکیل ۸ دیا جاتا ہے۔

ثانی الذکر سینئر انگلش ٹیچر کی تعلیمی استعداد بی۔اے (گریجویٹ) ہوتی ہے اور یکسالہ محکمانہ تربیتی کورس جسے بی۔ایڈ کہتے ہیں۔ ان کے ذمہ جماعت نہم۔دہم کے چار مضامین جن کی تعلیم و تدریس ہوتی ہے جن میں سے دو لازمی انگریزی و مطالعہ پاکستان اور دو اختیاری تاریخ و سائنس وغیرہ اس طبقہ کو قومی پے اسکیل ۱۴ دیا جاتا ہے یعنی ۵۲۰ - ۳۰ - ۷۴۰ / ۳۵ - ۱۰۱۰ اور تیس فیصد کو سلیکشن گریڈ کی رعایت دے کر سکیل ۱۶ سے نوازا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ جملہ مراعات اسی طبقہ کے نام وقف اور الاٹ ہیں اور جود و عطاء، اکرام و سخا کی خوب خوب بارش اور مظاہرہ ہوتا ہے مثلاً امتحانی پرچے مرتب کرنا۔ امتحانی ڈیوٹیاں، پرچوں کی پڑتال، ریفریشرز کورسز کا انعقاد اور ان سب پر معقول معاوضہ اور یومیہ اجرت دی جاتی ہے۔ مزید برآں یہی طبقہ ٹیوشن سینٹروں میں جو کچھ کماتا ہے وہ وہم و گمان سے باہر ہے۔ طرفہ تماشہ یہ کہ اسی پر بس نہیں بلکہ محکمہ تعلیم میں ترقی کے جملہ مناصب اور عہدے اسی بی۔ایڈ طبقہ کے نام الاٹ ہیں۔ مڈل سکول کی ہیڈ ماسٹری سے ڈپٹی ڈائریکٹر کی انتظامی پوسٹ تک یہی طبقہ من مانی کارستانیاں کرتا ہے۔

کیا میں یہ پوچھنے کی جرأت کر سکتا ہوں کہ آخر ایسا کیوں ہے۔ کیا عربک اساتذہ اسقدر نالائق و نااہل ہوتے ہیں کہ وہ کوئی تعلیمی، تدریسی انتظامی امور انجام نہیں دے سکتے۔ کیا دینی مدارس بانجھ اور بالکل عقیم ہیں؟

کیا قسام ازل نے جملہ علمی فکری انتظامی صلاحیتیں انگریزی دان طبقہ کے لئے مخصوص کی ہیں؟ ایسا نہیں ہے بلکہ حقیقت اس کے برعکس و خلاف ہے۔ عربی مدارس کے گلیم پوش فضلاء اور عربک اساتذہ ہر لحاظ سے لائق و فائق ہیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ دینی مدارس نے ملک کو مذہبی محاذ پر بہترین رجال کار مہیا کئے ہیں اور بہ ضرورت وقتاً فوقتاً پوری کرتے رہتے ہیں۔ مفتی، محدث، مفسر، مبلغ۔ مناظر۔ امام خطیب حفاظ و قراء، کیا آج دنیا کا کوئی ملک اس لحاظ سے پاکستان کی ہمسری کا دعویٰ کر سکتا ہے؟

کیا مدرسہ خیرالمدارس ملتان کا ایک فاضل نوجوان اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے شعبہ عربی کی صدارت پوسٹ پر نہیں ہے! کیا مدرسہ انوار العلوم ملتان کا ایک فاضل صرف مدرسہ کی سند پر یونیورسٹی میں اسلامیات

کالیکچرار نہیں ہے اور ماضی میں اس یونیورسٹی کے سرپرست کون لوگ تھے۔ کیا وہ دینی مدارس کے فضلاء نہ تھے۔ مولانا غلام محمد گھوٹوی مرحوم، مولانا خلیل احمد انبیٹھوی مرحوم مولانا محمد ادریس کاندھلوی مرحوم ناظم ندوی مولانا افغانی کون لوگ ہیں۔ کیا ان کے علم و فضل میں کسی دشمن کو بھی کلام کی ہمت ہے۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں میں یہ سمجھنے پر مجبور رہوں کہ محکمہ تعلیم کے ارباب لبست و کشاد علماء اور عربی دشمنی میں مبتلا ہیں۔ — — — — — —

ملاحظہ فرمائیں:— — — — —

؎ جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

جواباً عرض ہے کہ اگر کار کوٹھی، پان سگریٹ، سٹیڈیو۔ ٹی وی سینما ان کی معاشی ضروریات ہیں اور ان کے بغیر زندگی کا تصور محال ہے تو پھر حج بیت اللہ، عمرہ، قربانی، عقیقہ ہماری مذہبی و روحانی ضروریات ہیں جن کے بغیر مسلمان کا تصور ناممکن ہے۔

یہ صرف ایک پنجاب ٹیچرز یونین کی بات نہیں بلکہ ملک بھر کی ٹیچرز ایسوسی ایشنیں اور انجمنیں اسی ذہنیت کی حامل علماء و عربی دشمنی میں قدر مشترک رکھتی ہیں۔

السنہ شرقیہ کے اساتذہ کی تعداد چونکہ آٹے میں نمک کے برابر ہے ان کی اپنی تنظیمیں اور چند ایک جماعتیں برائے نام ہیں، لیکن کون سنتا ہے طوطی کی نقار خانے میں۔ عرصہ بتیس سال سے بیچارے واویلا کر رہے ہیں اور فریاد و پکار کرتے کرتے اب تھک ہار کر یہ شعر گنگنایا کرتے ہیں ؎

تم سے امید عطا ہوگی جنہیں ہوگی
ہمیں تو دیکھنا یہ ہے کہ تو ممسک کہاں تک ہے

خداوندان محکمہ تعلیم کو عرضداشتیں بھیج بھیج کر اخبارات میں آرٹیکل و مضامین لکھ لکھ کر برا حال ہو گیا ہے بقول غالب مرحوم ؎

حال دل لکھوں کب تک جاؤں ان کو دکھلاؤں
انگلیاں فگار اپنی خامہ خونچکاں اپنا

دوسری مثال: السنہ شرقیہ کے اساتذہ (عربک) کے لئے میٹرک شرط ہے۔ کیا یہ علماء و عربی دشمنی نہیں! سوچنے کی بات ہے کہ عربک اساتذہ نے طلبہ کو عربی فارسی پڑھانی ہے جس کے وہ ماہر ہیں انگریزی کی تدریس ان کے ذمہ نہیں تو پھر میٹرک کی فضول شرط چہ معنی دارد۔ اس شرط سے عربک اساتذہ پر گورنمنٹ ملازمت کے دروازے بند کرنا مقصد نہیں تو اور کیا ہے اور اگر اس سے عربک اساتذہ کی وسعت مطالعہ، قدیم و جدید کا سنگم اور انہیں مشرق و مغرب کا شناور بنانا مراد ہے تو کیا انگلش اساتذہ کے لیے بھی خداوندان تعلیم نے ایسی کوئی شرط عاید کی ہے کہ وہ ایف۔ اے بی۔ اے کے ساتھ عالم عربی/فاضل عربی یا کم از کم ناظرہ قرآن خواں ہو بلکہ انگلش اساتذہ کی غالب اکثریت ناظرہ قرآن خوانی کی قدرت نہیں رکھتے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کیا یہ معماران قوم نونہالان وطن کی تعلیم و تربیت نہیں کرتے۔ کیا ان کو مغرب کی نمائندگی کے ساتھ ساتھ مذہبی تعلیم سے آشنا کرنے کی ضرورت نہیں ہے فیا غربۃ الاسلام والعربیۃ۔

بے تا دیدنی را دیدہ ام من
مرا ئے کاشکے مادر نزائے

السنہ شرقیہ کے مظلوم اساتذہ کے لیے تو اتنی کڑی اور سخت شرائط اور انگریزی اساتذہ پر مراعات کا ہن برسا دیا ہے ؎

حق پر تو کڑی نگرانی ہو باطل کے لئے کوئی قید نہیں
افسوس مسلماں ہو کر یوں ارباب سیاست کرتے ہیں

پھر مزے کی بات ہے کہ سکولوں میں انگلش اساتذہ دو طبقوں میں تقسیم ہو کر انگریزی تعلیم کا بوجھ اٹھاتے ہیں جبکہ عربک اساتذہ حصہ مڈل و ہائی میں اکیلا عربی/فارسی کے تدریسی فرائض انجام دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حصہ مڈل و ہائی میں جس معیار اور پایہ کی انگریزی زبان ہوتی ہے عربی/فارسی بھی اسی معیار اور درجے کی ہوتی ہے۔

مندرجہ بالا دلائل سے ثابت ہو گیا کہ انگلش و عربک اساتذہ کے فرائض تو یکساں ہیں بلکہ عربک اساتذہ کے زیادہ ہیں، لیکن حقوق و مراعات میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

یہ بات کسی طرح بھی قرین انصاف نہیں

پیداوار میں جانوروں کا حصہ

ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ انصار رضی اللہ عنہ مدینہ نے اپنے باغوں کے گرد چار دیواریاں قائم کر دی ہیں حالانکہ پہلے ایسا نہیں کرتے تھے۔ خطبۂ جمعہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا نماز جمعہ کے بعد چلے نہ جانا میں کچھ کہوں گا۔ جب نماز ہو چکی تو تمام انصار منبر کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تم لوگ پہلے قوم کا تاوان دیتے تھے، یتیموں کی پرورش کرتے تھے اور دوسری نیکیاں کرتے تھے، لیکن جب اسلام آیا تو مال کی اس قدر حفاظت کرتے ہو؟ انسان جو کچھ کھا لیتا ہے اس کا ثواب ملتا ہے اور چڑیا جو کچھ کھا لیتی ہیں اس کا ثواب ملتا ہے۔"

انصار رضی اللہ عنہم پر اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ واپس پلٹے تو سب نے اپنے باغ کی دیواروں میں ایک ایک دو دو شگاف کر دیئے تاکہ ان کا فائدہ سب کو پہنچے۔

(اسد الغابہ)

ترجمان اسلام میں
اشتہارات
دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔
(ادارہ)

کہ ایک ہی درجہ میں تعلیمی فرائض تو یکساں لیکن حقوق میں تفاوت و تضاد بلکہ عرب ممالک اور مشرق اوسط کی عرب ریاستوں سے عربی زبان کی تعلیم و تدریس اور فروغ کی کروڑوں روپیہ کی نقد امداد بھی حیلوں بہانوں سے انگریزی داں طبقہ کی جیبوں میں ڈال دی جاتی ہے۔

ان حقائق و حالات کے آئینے میں کون ذی شعور آدمی علماء و عربی دشمنی اور طبقاتی تقسیم سے انکار کر سکتا ہے ؎

زندگی سوزِ تمنا کے سوا کچھ بھی نہیں
دُور تک مجبوریاں، محرومیاں، ناکامیاں

یہ ہے نظریاتی اور خالص اسلامی مملکت کے نظام تعلیم میں اسلامیات و عربک اساتذہ کی معاشی حالت اور اقتصادی زبوں حالی۔ اب سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ اِنَّمَا اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ ٥

جناب والا!

پورے تیس سال بعد موجودہ حکومت کی اسلامی نظریاتی کونسل نے ہماری حالتِ زار پر ترس کھا کر تعلیمی سلسلہ کی سفارشات میں ہمارے حق میں یہ سفارش کر کے تھوڑے لکھا کہ جملہ زبانوں کی تعلیم پر مامور اساتذہ کو انگریزی اساتذہ کے برابر حقوق و مراعات اور تنخواہ دی جائے خاص کر عربک اساتذہ کو انگریزی اساتذہ کے مساوی اسکیل مـ۱۴ دیا جائے۔ سفارش کو دو سال کا عرصہ بیت چکا ہے۔ نا معلوم اس پر کیا بیتی، کیسی رگت بنی اور اس جرم ضعیفی کی سزا میں اسے ردی کی کس ٹوکری میں ڈالا گیا۔

عالی جاہ! میری معروضات و گذارشات پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں اور ہماری مشکلات کا ہمدردانہ جائزہ لیا جائے۔ اس تحریر کے حرف حرف کا تجزیہ کیا جائے تو حقائق کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ یہ بے بنیاد الزامات مطاعن و اتہامات پر محمول نہ فرمائیں۔

گورنمنٹ کی طرف سے سب سے بڑا عذر مندرجہ ذیل پیش کیا جاتا ہے کہ عربک اساتذہ کو انگلش اساتذہ کے مساوی سکیل اور حقوق و مراعات دینے سے قومی خزانہ پر بارِگراں ہوگا جس کا وہ متحمل نہیں اور بجٹ میں گنجائش نہیں تو نہایت ادب سے گذارش ہے کہ کیا کرکٹ ہاکی وغیرہ جیسے کھیلوں پر کروڑوں روپیہ پانی کی طرح بہا دینا اور ہر کھلاڑی کو فی میچ دس پندرہ ہزار روپیہ دینا اور سونے کے تمغوں سے نوازنا ملک بھر میں تعطیل عام کرنے سے قومی خزانے پر بار نہیں پڑتا، دیوالیہ نہیں نکلتا وہ تو بجا طور پر انعام و اکرام کے مستحق سمجھے جاتے ہیں۔ اگر نہیں تو عربک اساتذہ کیونکہ ان کے جرائم کی فہرست ناقابلِ معافی و تلافی ہے کیونکہ اساتذہ کا یہی مظلوم طبقہ اس ماڈرن دور میں اپنے کردار و گفتار سے اسلام اور اسلامی تعلیمات کو اجاگر کر رہا ہے۔ وہ اس الحاد و زندقہ فحاشی و عریانی کے سیلِ رواں میں قوم کے معصوم نوخیز بچوں کو قال اللہ و قال الرسول سے کیوں آشنا کرتے ہیں۔ وہ طلبہ کو اسلامی اقدار و روایات کا علمی و عملی درس کیوں دیتے ہیں۔ وہ بچوں کے معصوم کانوں اور زبانوں کو لا الٰہ الا اللہ کے مقدس کلمہ سے کیوں زمزمہ سنج کرتے ہیں۔ وہ سکولوں و کالجوں کے خالص مغربی ماحول میں اسلامی تعلیمات کا پرچار کیوں کرتے ہیں۔ وہ اپنی شکل و صورت سے مشرقی روایات و اقدار کو کیوں برقرار رکھتے ہیں؟

کیا ان کے جرائم کی یہی فہرست ہے جس کی بنا پر گردن زدنی ہیں اور انہی جرائم کی بدولت محرومیوں کا شکار چلے آ رہے ہیں۔

صدر ذی وقار! آخر میں چند مطالبات پیشِ خدمت ہیں۔ امید ہے آپ اپنی اسلام دوستی کی بدولت فی الفور قبولیت سے نوازیں گے:

۱۔ سکولوں میں عربی زبان کی تعلیم و تدریس کو ہر سطح پر لازمی قرار دیا جائے۔
۲۔ عربک اساتذہ کے لئے علامہ اقبال یونیورسٹی لاہور میں جدید عربی کے ریفریشرز کورس کا اہتمام کر کے عرب اساتذہ سے استفادہ کا موقع دیا جائے۔
۳۔ عربک اساتذہ کے لئے میٹرک کی شرط ختم کی جائے۔
۴۔ انگریزی اساتذہ کے لئے کم از کم ناظرہ قرآن ہونا لازمی قرار دیا جائے۔
۵۔ سکولوں میں تعلیم قرآن کو مؤثر و مثمر بنانے کے لئے حفاظ و قاریوں کا تقرر کیا جائے۔ موجودہ نظام ناقص اور غیر تسلی بخش ہے۔ تعلیم قرآن کو لازمی مضمون کی حیثیت دے کر باقاعدہ نمبرات کا اندراج ہو۔
۷۔ تعلیمی اداروں میں نماز کا اہتمام لازمی قرار دیا جائے۔
۷۔ جملہ کیڈر کے اساتذہ کو انگلش اساتذہ کی طرح تیس فیصد سلیکشن گریڈ دیا جائے۔
۸۔ السنہ شرقیہ (عربک) اساتذہ کو بی۔ایڈ کی طرح ترقی کے مواقع دیئے جائیں۔

محمد عبد اللہ
اورینٹل ٹیچر۔ گورنمنٹ ہائی سکول
حامل پور، ضلع بہاولپور

عید مبارک

ادارہ ترجمان اسلام کے اراکین کی طرف سے قارئین کو عید الفطر کے موقع پر دلی عید مبارک قبول ہو۔

اعلان

عید الفطر کی وجہ سے شمارہ ھذا دو ہفتوں یعنی شمارہ نمبر ۳۱ اور ۳۲ پر مشتمل ہے، اس لئے آئندہ ہفتہ شمارہ شائع نہیں ہوگا۔ قارئین اور ایجنٹ حضرات نوٹ فرمالیں۔

(ادارہ)

تعارف وتبصرہ — ایڈیٹر کے قلم سے

مقدمہ انوار الباری شرح اردو صحیح البخاری

افادات: خاتم المحدثین علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ
ترتیب تالیف: مولانا سید احمد رضا بجنوری
صفحات: ۵۲۶
کتابت وطباعت: عمدہ، جلد مضبوط وخوبصورت
ناشر: مکتبہ حنفیہ، حمید مارکیٹ مینا بازار گوجرانوالہ
قیمت: ساٹھ روپے

خاتم المحدثین حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس دور میں علوم دینیہ بالخصوص علم حدیث کی جو ہمہ نوع خدمات سرانجام دی ہیں وہ اہل علم سے مخفی نہیں اور انہی خدمات کو سامنے رکھتے ہوئے بعض اہل نظر علمی شعبہ میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو گزشتہ صدی کا مجدد قرار دیتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے تجدیدی افکار اور گراں قدر علمی تحقیقات خود ان کی اپنی گراں مایہ تصانیف کی صورت میں سامنے آنے کے علاوہ ان کے قابل فخر تلامذہ بالخصوص حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ اور حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوری مدظلہ العالی کی علمی کاوشوں کی صورت میں قوم کے ہاتھوں میں پہنچی ہیں اور شاہ صاحبؒ کے ان رشک زمانہ شاگردوں نے اپنے عظیم استاذ ومربی کے علوم وافکار کی حفاظت واشاعت میں بیش بہا خدمات سرانجام دی ہیں۔

زیر نظر کتاب امام بخاریؒ کی "الجامع الصحیح" کی اس ضخیم اردو شرح کا مقدمہ ہے جو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نسبتی وعلمی فرزند حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوری مدظلہ نے حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم ومعارف کی روشنی میں مرتب کی ہے اور شاہ صاحبؒ کے علوم کو اردو کا جامہ پہنا کر نئی نسل پر احسان عظیم کیا ہے۔

"انوار الباری" کے نام سے بخاری شریف کی یہ اردو شرح مقدمہ کی دو جلدوں سمیت انڈیا میں طبع ہو چکی ہے اور کتابوں کی آمد ورفت کی سہولت کے زمانہ میں اس کے سینکڑوں نسخے پاکستان میں اہل علم کے ہاتھوں میں پہنچے ہیں، لیکن اس سلسلہ میں مشکلات پیدا ہونے کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔

اب "انوار الباری" کی طباعت کے حقوق مکتبہ حنفیہ حمید مارکیٹ، مینا بازار گوجرانوالہ نے مولانا سید احمد رضا بجنوری سے باقاعدہ طور پر حاصل کر لئے ہیں اور کتاب کی اشاعت کا آغاز مقدمہ کی دونوں جلدوں کو یکجا شائع کرنے سے کیا ہے۔

مقدمہ میں علم حدیث سے متعلق کئی مباحث کے ساتھ ساتھ امت کے بڑے بڑے محدثین کے حالات اور خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے اور خصوصاً امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی علمی فقہی سیاسی اور دینی خدمات پر تفصیلی روشنی ڈالنے کے علاوہ ان پر مختلف اطراف سے کئے گئے اعتراضات کے مدلل اور مسکت جوابات دیے گئے ہیں جو اہل علم بالخصوص احناف کے لئے قابل قدر ذخیرہ ہے۔

ہم ان نوجوان علماء اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ سے جو علوم حدیث اور علوم فقہ سے دلچسپی رکھتے ہیں، گذارش کریں گے کہ وہ اپنے علمی ذوق کی تسکین کے لئے اس کتاب کو ضرور اپنے مطالعہ میں رکھیں۔ اس سے معلومات میں بیش بہا اضافہ ہونے کے علاوہ انہیں ان بے شمار اشکالات وشبہات کے ازالہ میں بھی مدد ملے گی جن کا مسلکی طور پر انہیں روزمرہ سابقہ پیش آتا ہے۔

معالم العرفان فی دروس القرآن

افادات: مولانا صوفی عبد الحمید سواتی
مرتب: الحاج لعل دین، ایم اے علوم اسلامیہ
صفحات: ۱۱۲، جلد مضبوط وخوبصورت
کتابت وطباعت: معیاری
قیمت: ۱۲ روپے
ملنے کا پتہ: ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

جامع مسجد نور گوجرانوالہ کے خطیب اور مدرسہ نصرت العلوم کے مہتمم حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی فاضل دیوبند روزانہ صبح مسجد میں درس دیتے ہیں۔ ہفتہ میں چار دن قرآن پاک کا اور دو دن حدیث پاک کا درس ہوتا ہے۔ صوفی صاحب موصوف ایک بلند پایہ عالم دین اور تجربہ کار استاذ ہونے کے علاوہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے

علوم سے خصوصی شغف رکھتے ہیں اور ان کے درودس وتقاریر میں ان علوم کی جھلک نمایاں ہوتی ہے۔

محترم جناب الحاج لعل دین صاحب ایم۔اے علوم اسلامیہ شالامار ٹاؤن لاہور نے صوفی صاحب کے دروس قرآن کو مرتب کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے اور اس سلسلہ کا پہلا مجموعہ سورہ فاتحہ کے دس دروس پر مشتمل زیر نظر کتابچہ کی صورت میں سامنے آیا ہے۔ قرآنی علوم سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے اس کا مطالعہ بہت مفید ہوگا۔

تعزیرات اسلام جلد اول

مرتب	مولانا بشیر احمد کشمیری
ناشر	دائرۃ المعارف کراچی
صفحات	۲۲۰
کتابت وطباعت	معیاری
قیمت	درج نہیں
ملنے کا پتہ	اسلامی کتب خانہ، متصل جامع مسجد علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵

مولانا قاضی بشیر احمد کشمیری قاضی محکمہ عدلیہ آزاد کشمیر ان نوجوان فاضل علماء میں سے ہیں جن کی علمی استعداد اور صلاحیتوں پر اہل علم کی نظریں جمی ہوتی ہیں اور جن کے خلوص، صلاحیت کار اور جذبہ و شوق کو دیکھ کر یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ وہ علمی شعبہ میں اپنے اکابر کا نام زندہ رکھیں گے۔

مولانا موصوف نے اسلام کے تعزیری احکام کو اردو میں دفعہ وار مرتب کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے جس کا پہلا حصہ سرقہ، رہزنی اور قتل سے متعلق احکام پر مشتمل زیر نظر کتابچہ کی صورت میں شائع ہوا ہے۔

قاضی صاحب نے دفعہ وار احکام بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی ضروری تشریح اور اصل ماخذ کا بھی باحوالہ ذکر کر دیا ہے جس سے ان کی اس علمی کاوش کی افادیت دوچند ہوگئی ہے۔

اب جبکہ پاکستان میں حدود شرعیہ کے نفاذ کا سلسلہ جاری ہے، اس کتابچہ کی اشاعت وقت کے ایک اہم تقاضہ کی تکمیل ہے اور اس پر ہم مصنف اور ناشر دونوں کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔

اسلامی قوانین سے تعلق و دلچسپی رکھنے والے علماء، وکلا اور طلبہ کے لئے اس کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

چشمۂ حیات

مصنف	مولانا مفتی محمد عیسیٰ گورمانی
ناشر	شعبہ نشر و اشاعت دار العلوم محمدیہ لتڑی جنوبی تونسہ، ضلع ڈیرہ غازیخان
صفحات	۱۶۰
قیمت	درج نہیں

زیر نظر کتابچہ دراصل ڈیرہ غازی خان کی معروف علمی شخصیت حضرت مولانا محمد بخش گورمانی المتوفی ۱۳۴۱ھ کی سوانح پر مشتمل ہے جسے مولانا مفتی محمد عیسیٰ گورمانی مفتی و مدرس مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ نے بڑی محنت اور عرقریزی کے ساتھ مرتب کیا ہے۔

مولانا محمد بخش مرحوم نے ۱۳۳۳ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم حضرت مولانا خیر محمد صاحب مہاجر مکیؒ اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب جیسے سرکردہ حضرات کی معیت میں دورۂ حدیث کیا اور وطن واپس آکر علمی و اصلاحی خدمات میں مصروف ہوگئے۔ آپ نے علاقے میں خلاف اسلام رسوم کے خلاف کلمۂ حق بلند کیا بالخصوص وراثت کے سلسلہ میں عورتوں کو رواج کے تحت وراثت سے محروم کرنے کے خلاف کافی محنت کی۔ اس کے علاوہ آپ نے قضاء و شرعیہ کا محکمہ قائم کیا اور علاقہ کے لوگوں کو اپنے معاملات شریعت کے مطابق طے کرانے کی طرف راغب کیا۔ پورے علاقہ کے عوام اور ان کے سرداروں پر محنت کر کے سب کو شرعی احکام کی علمداری اور پاسداری کا پابند بنایا اور بالآخر لتڑی جنوبی میں آپ کی مساعی سے حکومت الٰہیہ کا سا منظر دکھائی دینے لگا۔

مصنف نے مولانا گورمانی مرحوم کی اس مجاہدانہ زندگی کے ایمان پرور واقعات تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں اور کتابچہ کے دوسرے حصہ میں مرحوم کے اساتذہ اور معاصرین کے حالاتِ زندگی اور خدمات کا تذکرہ کیا ہے۔

کتابچہ مختصر ہونے کے باوجود ایک عالم باعمل اور مجاہد اسلام کی مجاہدانہ زندگی کے بارے میں قابل قدر معلومات کا ذخیرہ ہے اور اہل علم بالخصوص نوجوان علماء کے لئے اس کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

جناب اکرام القادری
سابق مدیر ترجمان اسلام
ان دنوں قائد محترم حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ تعالیٰ کے مکتوبات کو

مکاتیبِ محمودؒ

کے عنوان سے جمع و مرتب کرنے میں مصروف ہیں۔ جن حضرات کے پاس حضرت مفتی صاحبؒ کا کوئی مکتوب ہو وہ اس کی فوٹو کاپی مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں:

جناب اکرام القادری مہتمم مدرسہ احسن المدارس طارق آباد۔ خانیوال۔ ضلع ملتان

حضرت مولانا مفتی محمودؒ

مساجد و مدارس

اسلام کی طویل تاریخ میں مساجد و مدارس کے قیام کو ہمیشہ اہمیت حاصل رہی۔

مدارس اسلامیہ کی تاریخ اتنی ہی طویل ہے جتنی خود اسلام کی تاریخ۔ چونکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض نبوت میں "تعلیم" بھی شامل تھی" ویعلمہم الکتاب والحکمۃ" اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا ہی میں اسکا اہتمام کیا۔ مکہ معظمہ میں دار ارقم اس مقصد کے لئے مختص تھا، جہاں تعلیم و تربیت کا کام ہوتا تھا، تو مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی ہی اس مقصد کے لئے بھی کام میں لائی جاتی تھی ؛ بلکہ اس کے ساتھ ایک صفہ کا اہتمام بیرونی طلبہ کے لئے کیا گیا جو گویا اقامتی تعلیم گاہ تھی۔

اس دَورِ مسعود کے بعد اسلام کی طویل تاریخ میں ہمیشہ ہی مدارس و مساجد کے قیام کو بڑی اہمیت حاصل رہی۔ کوئی نئی جگہ بسائی گئی جیسے بصرہ و کوفہ تو وہاں سب سے پہلے ان چیزوں کا اہتمام کیا گیا۔ کوئی جگہ فتح ہوتی، تب ان کا قیام عمل میں لایا گیا۔

پھر ان اداروں کے سلسلہ میں جملہ اخراجات حکومتیں ادا کرتیں یا بعض مخیّر لوگ اپنی جائیدادیں وقف کر دیتے جن سے تمام تر اخراجات کا انتظام ہوتا، لیکن یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ کبھی بھی کسی حکومت یا واقف نے دین و علم کے سلسلہ میں اپنی ٹانگ نہیں اڑائی، بلکہ آزادیٔ فکر کی وہ نعمت جو اسلام کے بھیجنے والے خدا نے عطا فرمائی تھی ، اس کو پوری طرح ملحوظ رکھا اور کسی طرح بھی اس نعمتِ خداوندی کو پامال نہیں ہونے دیا۔

برصغیر میں بھی یہی حالت تھی کہ یہاں مدارس و مساجد کا اعلیٰ پیمانہ پر انتظام تھا، اور علم و فضل کے چار سو چرچے تھے۔ صرف دہلی کا مدرسہ رحیمیہ جو حکیم الامّت حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہٗ کا قائم کردہ تھا، اپنی مثال آپ تھا، اور ملک بھر میں اس مدرسہ کی دھوم تھی۔ بڑے بڑے اربابِ علم و فضل کا سلسلہ تلمذ اس مدرسہ اور اس مدرسہ کے باکمال اساتذہ سے متعلق تھا۔ ایک غیر ملکی سیاح نے اپنے سفرنامہ میں واضح طور پر لکھا تھا کہ میں ملک کے چپہ چپہ میں گیا، کوئی معتدبہ عالم ایسا نہ ملا جو اس سے متعلق نہ ہو۔

لیکن جونہی انگریز کے منحوس سائے یہاں پڑے، اور اس کا یہاں عملدرآمد ہوا، تو اس نے سب سے پہلے یہاں کے تعلیمی نظام پر حملہ کیا جس کی ایک کڑی یہ بھی تھی کہ وہ تمام مدارس اور مساجد جو مرجع عوام تھیں اور جہاں سے علم و فضل کے چشمے پھوٹتے تھے، بیک قلم بند کر دیئے گئے اور اس ظالمانہ طریق سے بند کئے گئے کہ الامان۔ انگریز کے منتقمانہ ذہن کو آشکارا کرنے کے لئے ایک یہی مثال کافی ہے کہ اکبری مسجد دہلی کو بیخ و بن سے اُکھاڑ دیا گیا، کیوں ؟ محض اس لئے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالقادر جنہوں نے سب سے پہلے اردو میں بامحاورہ قرآن کریم کا ترجمہ کیا اور ایسا ترجمہ کہ بقول مولانا محمد قاسم نانوتوی بانیٔ دارالعلوم دیوبند کہ :۔

> اگر قرآن اردو میں نازل ہوتا تو
> شاہ عبدالقادر کی زبان میں نازل ہوتا۔

محکمہ اوقاف ان کی افادیت و اہمیت کو سمجھنے کی کوشش کرے

اور پھر یہ کہ وہ مردانِ خدا جنہوں نے ماضی قریب میں دہلی سے بالاکوٹ تک انگریز راج کو ناکوں چنے چبا دیئے تھے، کی تعلیم و تربیت بھی اسی مسجد میں ہوئی۔

اتنی سی بات سے انگریز کی سوچ کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسے ان مدارس وغیرہ سے کس حد تک چڑ تھی۔

پھر ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ دار و گیر ہوا ، جس میں ارشاد ان محبت کے جذبات خلوص اور جذبۂ حب الوطنی کا

منظر تھا، بس تو ایسی صورت حال پیدا ہوگئی کہ مدارس چھوڑ کر مسلمانوں کا کچھ بھی باقی نہ رہا اور وقتی طور پر یہ سوچا جانے لگا کہ شاید اب اس ملک میں لاالٰہ کی صدا کبھی بلند نہ ہوگی۔

لیکن قدرت اغیار کی اس سوچ پر مسکرا رہی تھی اور اپنی زبردست تدبیروں کے صدقہ ایک بار پھر اس خطۂ ارضی میں صدائے تکبیر بلند ہونے کا اہتمام کر رہی تھی۔ وہ راہِ حق کے مسافر جو شاملی کے میدان میں اپنے کئی عزیز از جان ساتھیوں کی جان کا نذرانہ بارگاہِ ربوبیت میں پیش کر چکے تھے اور خود زخموں سے چور چور تھے، بتوفیق ایزدی میدان عمل میں آئے اور انہوں نے ملت کی نشأۃ ثانیہ کے لئے ایک انوکھا میدان تجویز کیا۔

میری مراد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ سے ہے جو شاملی کے اسلامی جہاد میں ایک مجاہد کا کردار ادا کرتے رہے اور قدرت نے ان کو محفوظ رکھا محض اس لئے کہ ان سے ابھی بڑا کام لینا تھا۔

حضرت والا نے اپنے رفقاء سمیت ایک مجلس مشاورت منعقد کی۔ قوم و ملت کے مستقبل کے لئے سوچ بچار کی۔ ان رفقاء نے اس مجلس میں جو باتیں کیں، ان سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان حضرات کو قدرت نے اس کام کے لئے ایک ذہن سونپا ہے، چنانچہ طے شدہ اصول کے مطابق تحریک مدارس کی ابتدا دیوبند سے کی گئی، اور یہاں کی ایک مسجد جو مسجد چھتہ کے نام سے معروف تھی، میں سب سے پہلا مدرسہ قائم کیا گیا۔ یہی وہ مدرسہ ہے جو بعد میں دارالعلوم دیوبند کے نام سے مشہور ہوا، اور اس کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیل گئی۔

اس تحریک کے شروع ہوتے ہی ملک میں ایک ہلچل سی مچ گئی اور مختلف مرکزی شہروں میں مدارس کا قیام عمل میں آنے لگا۔ فوری طور پر جو اہم مدارس معرض وجود میں آئے ان میں سہارنپور کا مدرسہ مظاہر العلوم اور مراد آباد کا مدرسہ قاسمیہ مشہور ہیں۔ اس تحریک کے علمبرداروں کے پیش نظر جو مقاصد تھے، ان کو مختصر لفظوں میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ اسلامی اخلاق و اقدار کا تحفظ، اسلامی نظریۂ تعلیم کا احیاء اور بالآخر اپنی آزادی کا حصول جس کے نتیجہ میں ملک ایک بار پھر شاہراہِ اسلام پر رواں دواں ہو سکے۔

حالات کے پیش نظر ان مدارس کے نظم و انتظام کے لئے جو اہتمام کیا گیا، اس میں مجلس شوریٰ کے ساتھ ساتھ باہمی تعاون و تناصر کا اصول شامل تھا اور اس بات کا سختی سے اہتمام کیا گیا کہ کسی بھی مرحلہ پر حکومت یا اس کے زیر اثر افراد اور جماعتوں کا تعاون حاصل نہ کیا جائے۔

آپ اندازہ لگائیں کہ ان اللہ والوں کی سوچ کتنی ارفع تھی۔ کل کو حکومتیں اور ارباب ثروت مدارس و مساجد کی خدمت کرتے تھے

مسلمانوں کے خلاف انگریز کی
انتقامی کارروائی کا آغاز
مساجد و مدارس سے ہوا تھا

آج ایک اصول اپنایا گیا ہے کہ ہم نے کوئی تعاون قبول نہیں کرنا، کیونکہ اگر تعاون قبول کر لیا جاتا جیسا کہ حکمرانوں نے متعدد بار کوشش کی، تو آج یہاں بھی عجیب و غریب صورتحال ہوتی۔ مجھے یہ کہنے میں باک نہیں کہ برعظیم اس وسیع خطہ میں علم و تقویٰ کی جو بہار قائم ہے اس کی نشان پوری دنیا میں ملنا مشکل ہے۔ یہاں کے فضلاء دنیا کے کونہ کونہ میں خدمت دین و علم میں معروف ہیں اور اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ ان حضرات نے سرکاری امداد سے گریز کیا اور محض غریب عوام کے چندوں سے اتنی بڑی خدمت کی۔ اگر وقتِ نظر سے برصغیر بھر کے صرف فرقانی مدارس کے اعداد و شمار اکٹھے کئے جائیں تو آپ کو ہزاروں فضلاء ملیں گے، جن میں کوئی محدث ہے کوئی مفسر کوئی مبلغ ہے کوئی خطیب، کوئی مدرس ہے تو کوئی معلم! اور اخراجات کی بات ہے تو چند کوڑیاں ایک طالب علم کا سالانہ خرچ ہے جس کو آج کے دور میں کوئی باور نہیں کر سکتا۔

ان مدارس کا ملت پر جو سب سے بڑا احسان ہے وہ ہے ملکی آزادی، یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ انگریز کے ابتدائی دور سے لے کر اس کے انخلاء تک جس طبقہ نے تحریک حریت میں ہراول کا کردار ادا کیا اور آزادی کی خاطر نبرد آزما رہا وہ علماء کا طبقہ تھا۔ ان لوگوں کی سیاسی سوچ سے کسی کو اختلاف ممکن ہے اور ہم دیانتدارانہ اختلاف کو بنظرِ استحسان دیکھتے ہیں، لیکن اس حقیقت کو جھٹلانا افسوسناک ہے کہ ان لوگوں نے کام نہیں کیا۔ جب ۱۹۴۷ء میں ملک آزاد ہوا اور اس کے ساتھ ہی دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تو بڑے بڑے مدارس جنہیں مرکزی حیثیت حاصل تھی ادھر رہ گئے، اس لئے پاکستان میں موجود علماء نے یہاں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے مدارس کے سلسلہ میں از سر نو دلچسپی لی۔ ان مدارس میں سے جن مدارس نے مرکزی اہمیت حاصل کی ان میں جامعہ اسلامیہ کراچی، دارالعلوم کراچی

دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہیار، جامعہ اشرفیہ، جامعہ مدنیہ، قاسم العلوم لاہور، مدرسہ خیرالمدارس، قاسم العلوم ملتان، تعلیم القرآن عثمانیہ راولپنڈی، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، دارالعلوم پشاور، دارالعلوم چارسدہ، دارالعلوم لائل پور، مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، حزب الاحناف نظامیہ نعیمیہ لاہور، انوارالعلوم ملتان، احمدیہ کراچی، جامعہ سلفیہ لائلپور، مدرسہ محمدیہ گوجرانوالہ شامل ہیں۔

ان مدارس نے اسی نہج پر کام شروع کیا جس طرح انگریزی دور میں ہوتا تھا یعنی عوام کے تعاون سے ان مدارس کو چلایا طلبہ کی تعلیم و تربیت کی اور مختلف شعبہ ہائے حیات میں نوم کو رجال کار مہیا کئے۔

حق یہ تھا کہ پاکستان چونکہ ایک مخصوص نظریہ کی بنیاد پر معرض وجود میں آیا تھا اس لئے حکومت کا لازمی فرض تھا کہ وہ ان مدارس کی بھرپور سرپرستی کرتی اور اپنے بجٹ کا ایک معقول حصہ اس نظام کے بقاء و استحکام کے لئے صرف کرتی لیکن افسوس یہ ہے کہ ایسا نہ ہوا بلکہ وہی سلوک ہوا جو انگریز کے زمانہ میں تھا۔ اس صورت حال سے حکومت کا دینی تشخص مجروح ہوا تو ساتھ ہی ساتھ عوام معاشی طور پر بوجھ کا شکار ہوئے لیکن یہ ایسا بوجھ ہے جسے عوام نے بخوشی قبول کیا اور کر رہے ہیں کیونکہ وہ علماء کو اپنا محسن سمجھتے ہیں کہ وہ جد و جہد کرکے اور چندے مانگ مانگ کر ایک خدمت تو کر رہے ہیں۔ جب ایوب خان کا دور آیا تو انہوں نے محکمہ اوقاف کی بنا ڈالی۔ اس محکمہ نے فوری طور پر خانقاہیں اور مساجد اپنی تحویل میں لے لیں جن کے ساتھ آمدن کے معقول ذرائع تھے۔

اگر حکومت خلوص کا مظاہرہ کرتی تو وہ تمام اسی قسم کے اداروں کا خرچ برداشت کرتی، لیکن اس طرح کہ ان کی آزادی میں خلل انداز نہ ہوتی، مگر اس نے ایسا نہ کیا اور محض وہاں ہاتھ کی صفائی کا مظاہرہ کیا جہاں اسے کچھ آمدن نظر آئی۔ اور اس قسم کے اداروں کی جو درگت ہے ایک زمانہ واقف ہے۔

خانقاہوں میں سے بعض خانقاہیں سیاسی ضرورتوں کے تحت واپس کر دی گئیں اور جو اب تک سرکار کے قبضہ میں ہیں ان کے لئے بیش قیمت مرصع دروازے بنائے گئے یا پھر غیر سرکاری مجاوروں کی جگہ سرکاری مجاوروں کی چاندی ہو گئی اور بس۔ رہ گئیں محکمہ اوقاف کی تحویل میں آنے والی مساجد تو ان کے نظم و انتظام کی جو صورت ہے وہ افسوسناک ہی نہیں بلکہ شرمناک ہے۔ مسجد کے لئے ایک بلب کی ضرورت ہو تو پاکستان کے روایتی دفتری نظام کی طرح نا معلوم کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ اور پھر مساجد وغیرہ کے عملہ کی ضروریات اور تعلیم وغیرہ پر اتنا خرچ نہیں کیا جاتا جتنا اوقاف کے عملہ پر صرف کیا جاتا ہے جو ہر لحاظ سے قابل افسوس ہے۔ اوقاف کا جہاں تک تعلق ہے اس کے لئے کچھ اصول و ضوابط ہیں اور فقہ کی کتابیں ان سے بھری پڑی ہیں، لیکن ہر چیز کی پرواہ کئے بغیر جس طرح ان اصولوں کی مٹی پلید ہو رہی ہے وہ ہماری ملی زندگی کا ایک المیہ ہے۔

چوتھی صدی ہجری کے ایک معروف قاضی و صاحب فتویٰ بزرگ الامام فخرالدین حسن بن منصور الاوزجندی الفرغانی الحنفی المتوفی ۵۹۲ھ جن کی عظیم علمی کاوش فتاویٰ قاضی خان کے نام سے دنیائے علم میں معروف ہے، ارشاد فرماتے ہیں:

"کہ ہمارے زمانہ میں بہتر اور مناسب بات یہی ہے کہ وقف کے معاملات کو قاضی پر اٹھا نہ رکھا جائے کیونکہ قاضیوں تک میں فاسد طمع کی صورتیں پیدا ہو چکی ہیں، اسی لئے وہ اس کے اہل نہیں۔"

(فتاویٰ قاضی خان علی الہندیہ ج ۳ ص ۳۲۸)

آپ اندازہ کریں کہ چوتھی صدی ہجری کے قاضیوں کے متعلق ارباب فتویٰ کا یہ ارشاد ہے کہ چودھویں صدی کے 'بابو' جو دینی تعلیم و تربیت سے ویسے ہی کورے ہیں اور جن کی "کارستانیوں" کی ایک دنیا میں دھوم ہے، اس قابل ہیں کہ انہیں اوقاف کا نگران بنا دیا جائے؟ بہرحال ان خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے اسی دور میں وفاق المدارس العربیہ کے نام سے مدارس کی ایک تنظیم قائم کی گئی، جو صرف دیوبندی مکتب فکر کے مدارس پر مشتمل تھی، جبکہ بریلوی مکتب فکر کے مدارس کی ایک تنظیم، تنظیم المدارس العربیہ کے نام سے موجود ہے۔ ان تنظیموں نے اپنے اپنے دائرہ میں مدارس کی خدمت کی۔ آخری امتحان کا اعلیٰ پیمانہ پر اہتمام کیا اور اس طرح باہمی ربط کی ایک صورت پیدا ہو گئی۔

اس دور میں حالات کچھ بہتر رہے اور کسی حکومت کو مدارس کی طرف ہاتھ بڑھانے کی جرأت نہ ہوئی، لیکن ۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے بعد مدارس کے خلاف عوامی حکومت کی طرف سے پہلی بار آواز اٹھی۔

دراصل اس کی تہ میں یہ جذبہ کارفرما تھا کہ تحریک ختم نبوت کے بعد علماء کی متحدہ قوت نے کسی اور مسئلہ پر حکومت سے ٹکرانے کا پروگرام بنایا تو حکومت کے لئے مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔

حکومت کی اس سوچ کا عملی جواب دینے کی غرض سے تمام مکاتب فکر کے مدارس کے نمائندہ حضرات کی ایک میٹنگ اسی دوران خیرالمدارس ملتان میں منعقد ہوئی جس میں اتحاد المدارس العربیہ کے نام سے ایک تنظیم بنائی گئی جس میں دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث مکاتب فکر کے نمائندے موجود تھے۔ اس تنظیم کے سربراہ مجلس عمل کے رہنما مولانا محمد یوسف بنوری اور جنرل سیکرٹری علامہ سید محمود احمد رضوی قرار پائے جو مجلس عمل کے بھی جنرل سیکرٹری تھے۔

اس تنظیم کے پہلے ہی اجلاس نے جب حکومت

کو للکارا، تو حکومت پاکستان کے شرعی لحض ناطقہ جناب کوثر نیازی نے واضح طور پر اعلان کیا کہ مدارس کے متعلق حکومت کا ذہن صاف ہے اور وہ انہیں اپنے قبضہ میں نہیں لے گی۔

اس کے بعد میری وزیراعظم سے ملاقات ہوئی۔ اس میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا تو بھٹو صاحب نے واضح طور پر یقین دہانی کرائی کہ ایسا نہیں ہوگا۔ لیکن ابھی حال ہی میں گوجرانوالہ کے معروف دینی مدرسہ نصرۃ العلوم اور اس سے ملحقہ عظیم مسجد مسجد نور کو حکومت نے اپنی تحویل میں لینے کا اعلان کر دیا۔ جہاں تک مسجد کا تعلق ہے اوقاف کے اصولوں کے مطابق اس کو اپنی تحویل میں لینے کا کوئی حق نہیں۔ اس لئے کہ اس کے ساتھ نہ جائیداد ہے نہ آمدنی کا کوئی ذریعہ اور نہ ہی حسابات میں کسی قسم کی کوئی خرابی یا گڑبڑ ہے اور جہاں تک مدرسہ کا تعلق ہے تو وہ جناب نیازی کے اعلان اور مسٹر بھٹو کے وعدہ کے بالکل برعکس ہے۔

جب سے یہ اعلان ہوا ہے گوجرانوالہ میں خصوصاً اور ملک میں عموماً اضطراب کی ایک لہر اٹھ کھڑی ہوئی ہے، اور بے چینی نے دینی حلقوں کا آرام و سکون برباد کر دیا ہے۔ اس مسئلہ میں اب تک جو مصدقہ رپورٹیں سامنے آئی ہیں اس کے پیش نظر یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ اس ادارہ و مسجد کو حکومت کی تحویل میں محض اس لئے لیا جا رہا ہے کہ جمعیۃ علمائے اسلام کے پروگرام اکثر و بیشتر یہاں منعقد ہوتے ہیں اور گزشتہ سال اکتوبر میں جمعیۃ کا عظیم الشان اور فقید المثال کنونشن جس میں شرعی عدالتوں کا قیام بھی عمل میں آیا، یہیں منعقد ہوا۔

حکومتی علقے کھلم کھلا یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ اس جگہ کو سیاست کا اکھاڑہ اور جمعیۃ کا مرکز نہیں بننے دیا جائے گا۔ اندازہ کریں کہ وہ مساجد و مدارس جو ہمیشہ ہی قوم کے لئے فکری سرچشمے رہے انہیں آج برباد کرنے کا منصوبہ ہے کہ وہاں سے کلمۂ خیر کیوں بلند ہو رہا ہے۔

بربادی کی بات میں نے اس لئے کہی کہ آج آپ کے سامنے مثالیں ہیں۔ اس سے قبل جو مساجد دینی ادارے حتیٰ کہ فیکٹریاں اور صنعتی ادارے حکومت نے اپنی تحویل میں لیں ان کا حشر سامنے ہے۔ سوائے اس کے کہ آج وہاں دھول اڑ رہی ہے اور کچھ نہیں۔

جب صنعتی اداروں کا یہ حشر ہوا تو مدارس کا جو حشر ہوگا اس کا سمجھنا مشکل نہیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر جمعیۃ علماء اسلام تو اس حد تک حساس ہو چکی ہے کہ اس کی مرکزی مجلس شوریٰ نے محکمہ اوقاف کو توڑنے کی قرارداد تک منظور کر دی ہے جس کا متن حسب ذیل ہے۔

"یہ اجلاس محکمہ اوقاف کی کارکردگی پر عدم اطمینان کا اظہار کرتا ہے کہ محکمۂ اوقاف جن مقاصد کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ ان مقاصد کے حصول میں ناکام رہا ہے اور جمعیۃ علماء اسلام کے وہ تمام خدشات درست ثابت ہوئے ہیں جن کا اظہار اس نے محکمہ کے قیام کے وقت کیا تھا، مثلاً:

۱۔ محکمہ کے تحت خطباء مساجد کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے خالص شرعی فریضہ کی ادائیگی سے روکا جا رہا ہے۔

۲۔ اوقاف کی آمدنی کو افسروں کے اللّے تللّوں پر بے جا طور پر برباد کیا جا رہا ہے اور اس میں شرعی ہدایات اور واقفین کی مرضی کی پابندی کی کوئی ضمانت موجود نہیں ہے۔

۳۔ محکمہ کی تحویل میں آنے کے بعد مساجد و مدارس کا نظم و نسق بہتر ہونے کے بجائے پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو گیا ہے اور مساجد سے ملحق بعض اہم مدارس اپنے وجود تک سے محروم ہو گئے ہیں۔

اس صورتحال میں یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ محکمۂ اوقاف کو فی الفور توڑ دیا جائے تاکہ عامۃ المسلمین آزاد مساجد و مدارس کی طرح محکمہ کی مساجد و مدارس کا نظام بھی خوش اسلوبی کے ساتھ چلا سکیں۔"

جمعیۃ علماء اسلام اپنی اس قرارداد کے معاملے میں بالکل سنجیدہ ہے اور اس کی سوچی سمجھی رائے یہی ہے جس کا قرارداد میں ذکر کیا گیا ہے اور ضرورت پڑی تو جمعیۃ مزید اقدام بھی کرے گی، کیونکہ وہ سمجھتی ہے کہ محکمہ اوقاف قوم کے سکون کو پامال کر رہا ہے۔ اس وقت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کو جس طرح "ٹیسٹ کیس" بنایا جا رہا ہے اس پر غور کرنے کے لئے وفاق المدارس العربیہ کی میٹنگ ہو چکی ہے، جبکہ اتحاد المدارس العربیہ کی میٹنگ عنقریب منعقد ہوگی اور اس میں جو لائحہ عمل تیار ہوگا اس کو خوش اسلوبی سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا جائے گا انشاء اللہ العزیز۔

فی الوقت حکومت سے یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ اپنے وعدوں کا پاس و احساس کرے۔ مدارس و مساجد کی آزاد پوزیشن کو مجروح کرکے ان مقدس مقامات کی بے حرمتی سے اجتناب کرے۔ ورنہ اعلائے کلمۃ الحق اور تعلیم و تربیت کے معاملہ میں جو خرابیاں پیدا ہوں گی اور اسے بہرحال شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

بقیہ اشہر شہر سے

کا اجلاس ہوا جس میں مولانا عزیز الرحمٰن انوری امیر پنجاب امیر ضلع حافظ لعل دین امیر تحصیل فیصل آباد، قاری محمد ابراہیم ضلعی … ی شیخ عبد السلام صاحب فانی اور ناظم عمومی شیخ عبد السلام نے اپنے ضلع بھر کے ہر سطح کے تمام عہدیداروں اور کارکنوں کو تلقین کی ہے کہ ماہ رمضان میں اپنے مرحوم قائد کے مقدس مشن کی تکمیل کے … عہد نو تجدید کا عہد کریں۔

جمعہ … سوال میں امیر ضلع حافظ لعل دین صاحب ناظم عمومی شیخ عبد السلام صاحب فانی اور ناظم دفتر عبد الحمید ضلع بھر کا تفصیلی تنظیمی دورہ کریں گے۔ پروگرام کا اعلان عنقریب کر دیا جائے گا

شہر شہر سے — ترتیب: مدیر معاون

اسرائیلی جارحیت کا راستہ نہ روکا گیا تو عالمی امن تباہ ہو جائے گا۔

امیر مرکزیہ مولانا محمد عبداللہ درخواستی اور ناظم مولانا عبید اللہ انور کی طرف سے اسرائیلی جارحیت کی مذمت

نظام العلماء پاکستان کے امیر حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی اور ناظم عمومی مولانا عبید اللہ انور نے لبنان پر اسرائیلی حملوں کی شدید مذمت کی ہے اور ایک مشترکہ بیان میں عالمی طاقتوں اور بین الاقوامی اداروں پر واضح کیا ہے کہ اگر اسرائیلی جارحیت کا راستہ نہ روکا گیا تو اس کا نتیجہ عالمی امن کی تباہی کی صورت میں نکل سکتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ اسرائیل نے عراقی ایٹمی تنصیبات پر وحشیانہ حملہ کے بعد اب لبنان میں جو جارحانہ کاروائیاں شروع کر رکھی ہیں اور بالخصوص فلسطینی حریت پسندوں کے خلاف جو اقدامات اسرائیل کی طرف سے کئے جا رہے ہیں انہیں دیکھتے ہوئے یوں لگتا ہے جیسے صیہونی قوت عالمی امن کو تباہ کرنے پر تلا ہوا ہے اور عالمی طاقتیں بالخصوص امریکہ نہ صرف اس ساری کاروائی کو خاموش تماشائی کے طور پر دیکھ رہا ہے بلکہ درپردہ اسرائیل کی پشت پناہی کا عمل بھی جاری ہے۔

انہوں نے کہا کہ یہ بات تصور میں بھی نہیں لائی جا سکتی کہ اسرائیل امریکہ کی مکمل پشت پناہی کے بغیر اس قسم کی کوئی کاروائی کر سکتا ہے۔ اس لئے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اسرائیل کی تمام تر کاروائیوں کی ذمہ داری اس کی پشت پناہ سامراجی طاقتوں پر عائد ہوتی ہے۔ نظام العلماء کے راہنماؤں نے مسلم حکومتوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اسرائیلی جارحیت کے سدباب کے لئے مشترکہ حکمت عملی وضع کریں اور باہمی اتحاد و اتفاق کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنائیں۔

عید کی مسرتوں میں معاشرہ کے نادار لوگوں کو بھی شریک کیجئے

نائبِ امیرِ مرکزیہ مولانا محمد عبد اللہ درخواستی کا پیغامِ عید

امیر مرکزیہ مولانا محمد عبد اللہ درخواستی نے عید الفطر کے موقع پر قوم اور جماعتی کارکنوں کے نام ایک پیغام میں ان پر زور دیا ہے کہ وہ عید کی مسرتوں میں معاشرہ کے نادار لوگوں کو بھی شریک کریں اور اپنے اردگرد نگاہ ڈال کر دیکھ لیں کہ اُن کا کوئی بھائی عید کی ان وقتی اور عارضی خوشیوں سے بھی تو محروم نہیں۔

انہوں نے کہا کہ پندرھویں صدی ہجری کی یہ پہلی عید الفطر [illegible] ماحول اور کیفیت میں ہمیں نصیب ہو رہی ہے اس میں حقیقی مسرت اور خوشی کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا؛ کیونکہ ملتِ اسلامیہ پوری دنیا میں عجیب پریشانی اور گوناگوں مصائب و آلام سے دوچار ہے۔ کافر قوتیں ملتِ اسلامیہ کے اتحاد اور قوت کو یکجا ہونے سے روکنے کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں اور صلاحیتیں صرف کر رہی ہیں اور مسلمانوں کے خلاف مختلف النوع جارحانہ کاروائیوں کے ساتھ ساتھ ملتِ اسلامیہ میں علاقائی، طبقاتی اور فرقہ وارانہ جھگڑوں کو ہوا دینے کی بھی مسلسل کوششیں کی جا رہی ہیں۔ ان حالات میں ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو پہچانیں اور اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کو اسلامی نظام کی کامیابی، ملتِ اسلامیہ کے اتحاد اور کلمۂ حق کی سربلندی کے لئے وقف کر دیں۔

آپ نے علماء کرام اور خطباء سے اپیل کی ہے کہ وہ خطباتِ عید میں مسلمانوں کی ذمہ داریوں اور اسلامی نظام کی اہمیت پر بطور خاص روشنی ڈالیں اور نماز کے بعد ملکی سالمیت کے تحفظ، اسلامی نظام کے مؤثر نفاذ اور عالم اسلام کے حقیقی اتحاد کے لئے خصوصی دعا کریں۔

طاہرہ یاسمین کی پُراسرار موت کی تحقیقات کرائی جائے

فیصل آباد: یہاں کے دینی و عوامی حلقوں نے ربوہ ضلع جھنگ کی ایک نوجوان لڑکی طاہرہ یاسمین کی پُراسرار موت پر شدید تشویش کا اظہار کیا ہے اور گورنر پنجاب سے مطالبہ کیا ہے کہ اس واقعہ کی تحقیقات کرائی جائے اور لاش کا پوسٹ مارٹم کرا کے موت کے اسباب کا تعین کرایا جائے۔

بتایا گیا ہے کہ ۲ جولائی کو ربوہ میں ایک نوجوان لڑکی طاہرہ یاسمین کو انتہائی پراسرار انداز میں دفن کیا گیا اور اس کے بارے میں ظاہر کیا گیا کہ لڑکی نے زہر کھا کر خودکشی کر لی ہے

جبکہ باخبر حلقوں کے مطابق حقیقت حال نہیں ہے بلکہ خدشہ ہے کہ لڑکی کو قتل کیا گیا ہے۔

ان حلقوں کا کہنا ہے کہ اس واقعہ کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کی صورت میں بہت سے لرزہ خیز انکشافات ہوں گے اسی لئے ایک مخصوص مذہبی گروہ کی قیادت اس شرمناک واقعہ کو چھپانے کی سرتوڑ کوشش کر رہی ہے۔

دینی حلقوں نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ اس معاملہ کو سرسری سمجھ کر ٹال نہ دیا جائے کیونکہ اس سے قبل بھی وہاں اس قسم کے واقعات رونما ہو چکے ہیں اور اگر ان کی مؤثر روک تھام نہ کی گئی تو آئندہ بھی ایسے واقعات کو روکا نہیں جا سکے گا۔

آزاد کشمیر زکوٰۃ کونسل

کی رکنیت سے استعفیٰ

آزاد کشمیر کے ممتاز عالم دین اور مدرسہ عربیہ قاسم العلوم نعمانپورہ باغ آزاد کشمیر کے بانی و مہتمم مولانا امیر الزمان خان نے آزاد کشمیر کی مرکزی زکوٰۃ کونسل سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ ایک اخباری بیان میں انہوں نے کہا کہ حکومت آزاد کشمیر کی درخواست پر میں نے زکوٰۃ کونسل کی رکنیت اس اُمید پر قبول کی تھی کہ اس سے غریب عوام کی خدمت کی توقع تھی، لیکن تین وجوہ سے میرا زکوٰۃ کونسل میں رہنا مشکل ہے:

۱۔ گزشتہ سال ۹ جولائی کے اجلاس میں باوجود نقاہت اور معذوری کے شامل ہوا اور زکوٰۃ کی صحیح وصولی اور صحیح تقسیم کے لئے چند تجاویز کونسل میں پیش کیں جنہیں صحیح اور درست تسلیم کرتے ہوئے منظور کیا گیا لیکن تاہنوز ان تجاویز پر عملدرآمد نہیں ہوا۔

۲۔ حنفی اہلسنت کی نمائندگی نہ ہونے کے برابر ہے۔ بسیار مطالبات کے باوجود ان کو برابر نمائندگی نہیں دی گئی۔

۳۔ گزشتہ سال دھیرکوٹ کے حادثے کے بعد میری صحت بھی اس کی متحمل نہیں۔

ان وجوہات کی بناء پر میں نے آزاد کشمیر کی مرکزی زکوٰۃ کونسل کی رکنیت سے استعفاء دے دیا ہے۔

قابلِ توجہ وزارت نشریات

راقم الحروف ایک غریب ترین پاکستانی ہونے کے ساتھ حساس شہری بھی ہے جس کی محض غربت کی وجہ سے کوئی قدر و قیمت نہیں۔ افسوس ہے کہ بعض نودولتئے جو بیرونی ممالک سے دولت سمیٹ کر لا رہے ہیں یا اپنے ہی ملک میں جائز و ناجائز ذرائع و وسائل سے یا رشوت اور دوسری حرام کمائی سے پھول کر کپّے ہو رہے ہیں اور ریڈیو، ٹی وی پروگرام پوری زوردار آواز سے سُنتے ہیں۔ بعض کیسٹ ٹرانسسٹرز بھی انتہائی زوردار آواز سے بجاتے ہیں جس سے پڑوس میں بیمار، پریشان حال دکھی افراد و مستورات تلاوت قرآن مجید، نماز نوافل میں مشغول اور مطالعہ کی میز پر سبق یاد کرنے والے طلباء کو سخت ذہنی کوفت برداشت کرنا پڑتی ہے۔ شریفانہ التماس و احتجاج پر زیادہ شوخی اور شیخی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ غرض شرفاء غرباء ہمسائے جزباً اخلاقی اقدار و شرافت کو پامال کیا جا رہا ہے۔ مذہب اور شرعی احکام کا مُنہ چڑایا جا رہا ہے۔ بعض اوقات گلی سے گزرنے والے راہ گیر بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ کسی سنیما ہال میں پہنچ گئے ہیں یا کسی خوشی کی تقریب میں لاؤڈ سپیکر پر ریکارڈنگ ہو رہی ہے۔ ان عقل کے اندھوں کی منہ زور شیطنت دفعہ ۱۴۴ اور مارشل لاء سے بھی مرعوب نہیں ہوتی اور نہ ہی فوری طور پر کوئی مؤثر انسدادی حربہ کارگر ہو سکتا ہے۔

اگر حکومت ریڈیو۔ ٹی وی لائسنس فیس کی جانچ پڑتال کرائے تو ایسے بہت سے کیس سامنے آئیں گے کہ سالہا سال سے کبھی بھی کوئی فیس ادا نہیں کی گئی۔ یہ الگ بات ہے کہ چیکنگ عملہ چائے پانی میں ڈوب کر کوئی بچاؤ کا سہارا سجھا دے یا چھاپہ کی قبل از وقت اطلاع پا کر متعلقہ ایریل وغیرہ ہٹا دیے جائیں یا سیٹ چھپا لیے جائیں۔ اگر حکومتی سطح پر اچانک چھاپوں کا خفیہ طور پر بندوبست کیا جا سکے تو خزانۂ سرکار میں ہزاروں روپے بطور جرمانہ بھی جمع کرائے جا سکتے ہیں۔

اکثر سننے میں آتا ہے کہ حکومت خود موسیقی اور تفریحی پروگراموں دیسی انگریزی فلموں ڈراموں کے ذریعے عوام کو یہ مواقع فراہم کرتی ہے کہ وہ حيّ على الصلوٰة کی آواز پر لبیک کہنے کی بجائے ریڈیو ٹی وی پروگراموں کو ترجیح دیتے ہیں اور وقت بے وقت ملکی غیر ملکی ریکارڈوں کیسٹ وغیرہ سے اپنا دل بہلاتے، روزہ کو سہلاتے اور پڑوسیوں کو ستاتے رہتے ہیں۔

ایں حالات عاجزانہ درخواست ہے کہ ناظرین و سامعین اور شائقین موسیقی کی اخلاقی تربیت کے طور پر خصوصی ہدایات جاری کی جائیں اور وقتاً فوقتاً ریڈیو ٹیلیویژن نہایت آہستہ بجانے کی تلقین ہوتی رہے۔ ہمسایوں کے مزاج، مساجد کے احترام اور لوگوں کی تکلیف و ایذارسانی کا لحاظ رکھا جائے۔ اگر مضائقہ نہ ہو تو تادیبی طور پر مختصر جرمانہ و سزا کا بھی اعلان کیا جائے بصورت دیگر قہر درویش برجان درویش۔ یہ گھڑی بھی گزر جائے گی ؎

دردِ دل کہنے سے مطلب ہے اثر ہو یا نہ ہو
ہم کہے جائیں گے نالہ تم سنو یا نہ سنو

عبدالواحد بیگ مرحوم پینٹر
ملتان شہر

نظام العلماء ضلع فیصل آباد

کا اجلاس

نظام العلماء فیصل آباد کے ممتاز راہنماؤں

طلبہ کی سرگرمیاں — ظہیر میر

اسلامی نظام کے لئے علماء حق کی قیادت ناگزیر ہے

دینی مدارس اور کالجز کے طلبہ باہمی اعتماد اور یکجہتی سے کام کریں

۱۳ رمضان المبارک کو جمعیۃ طلبہ اسلام حلقہ اچھرہ لاہور کے زیر اہتمام جامعہ فتحیہ میں ایک افطار پارٹی کا اہتمام کیا گیا۔ افطار پارٹی میں کارکنان جمعیۃ اور معززین علاقہ نے بھاری تعداد میں شرکت کی۔ اجلاس کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کے مرکزی سیکرٹری جنرل ظہیر میر نے کہا کہ جمعیۃ طلبہ اسلام نے قلیل عرصہ میں محدود وسائل کے باوجود کالجز اور یونیورسٹیز میں فکر ولی اللہ کو روشناس کرانے میں کافی اہم کردار ادا کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس ملک میں انگریز کی پیدا کردہ مسٹر اور ملا کی تفریق کو جمعیۃ طلبہ اسلام نے عملی طور پر ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ اجلاس سے جمعیۃ طلبہ اسلام ضلع لاہور کے صدر جناب عبد اللطیف عثمانی نے بھی خطاب کیا۔ آخر میں جمعیۃ طلبہ اسلام حلقہ اچھرہ کے ناظم عمومی جناب قدرت اللہ عارف اور جمعیۃ طلبہ اسلام ضلع لاہور کے ناظم جناب اختر ندیم نے معززین علاقہ اور طلبہ کرام کا اس استقبالیہ تقریب کو کامیاب بنانے میں تعاون کرنے پر شکریہ ادا کیا۔

۱۴ رمضان المبارک کو جمعیۃ طلبہ اسلام حلقہ شاہدرہ ضلع لاہور کے زیر اہتمام مدرسہ تعلیم القرآن میں ایک افطار پارٹی کا اہتمام کیا گیا۔ مہمان خصوصی جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کے مرکزی جنرل سیکرٹری جناب ظہیر میر تھے۔ اس تقریب سے جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کے مرکزی ناظم اطلاعات جناب محمد ادریس اور جمعیۃ طلبہ اسلام ضلع لاہور کے نائب صدر جناب محمود اشرف نے بھی خطاب کیا۔

ضلع لاہور

گذشتہ روز جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان ضلع لاہور کے چند اہم ساتھیوں کا اجلاس دفتر جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان ۴۴ ربی شاہ عالم مارکیٹ لاہور میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں تنظیمی صورتحال کا جائزہ لیا گیا اور جمعیۃ طلبہ اسلام ضلع لاہور کے نئے انتخابات عمل میں لائے گئے۔ فیصلے کے مطابق درج ذیل حضرات عہدیداران منتخب ہوئے:

صدر — عبد اللطیف عثمانی
نائب صدر اوّل — حافظ محمود اشرف
ناظم عمومی — محمد ادریس اعوان
ناظم — اختر ندیم
〃 اطلاعات — شکیل الرحمٰن عابد
〃 مالیات — محمد سعید قادری

(نوٹ) ایک ماہ کے اندر اندر جمعیۃ طلبہ اسلام ضلع لاہور کی مجلس عمومی کا باقاعدہ اجلاس طلب کیا جائے گا اور اگر مجلس عمومی نے منظوری دے دی تو یہ انتخاب برقرار رہے گا وگرنہ جو فیصلہ مجلس عمومی کرے گی وہی قابل قبول ہوگا

صادق آباد

گذشتہ روز جمعیۃ طلبہ اسلام صادق آباد کے کارکنان کا ایک اجلاس زیر صدارت محمد انوار الرحمٰن صدر جمعیۃ طلبہ اسلام صادق آباد کے زیر اہتمام منعقد ہوا جس میں ایک قرارداد کے ذریعہ حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ گورنمنٹ بوائز انٹر کالج صادق آباد کی عمارتیں جلد تعمیر کرائی جائیں اور عملی تجربات کے لئے لیبارٹریوں میں مکمل سامان مہیا کیا جائے؛ کیونکہ سامان نہ ہونے کی وجہ سے سائنس کے اکثر طلبہ کو رحیم یار خان جانا پڑتا ہے۔ اجلاس میں برطانیہ میں ہونے والے نسلی فسادات کی بھی مذمت کی گئی۔

ڈیرہ اسمٰعیل خان

انتخاب

صدر — حافظ محمد طارق صاحب
ناظم عمومی — محمد شعیب قریشی
ناظم — نور محمد بیگ
〃 اطلاعات — حسین احمد
〃 مالیات — عبد الرحیم فاروقی

علاوہ ازیں اس انتخابی اجلاس سے

خیر محمد بھٹی اور جناب محمد اسمٰعیل شاہ قریشی صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کارکنوں کو ہدایت کی کہ وہ جمعیۃ طلبہ اسلام کے پروگرام کو آگے بڑھانے کے لئے جدوجہد کو تیز تر کردیں۔ اس موقع پر ایک قرارداد کے ذریعے حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کیا گیا کہ گومل یونیورسٹی کا نام تبدیل کرکے مفکرِ اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے نام نامی سے منسوب کیا جائے۔ آخر میں مقامی جمعیۃ کے صدر جناب حافظ محمد طارق صاحب کی صحت یابی کے لئے دعا کی گئی۔

صوبائی مجلسِ عاملہ کا اجلاس
پنجاب

جمعیۃ طلبہ اسلام صوبہ پنجاب کی مجلسِ عاملہ کا ایک اجلاس مورخہ ۱۰ اگست بروز ہفتہ تین بجے سہ پہر دفتر جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان ۴۔ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور میں منعقد ہوگا۔ صدارت جناب عبدالخالق ندیم کریں گے۔

ایجنڈا

۱۔ تنظیمی صورتِ حال کا جائزہ
۲۔ آئندہ کے لئے لائحہ عمل
۳۔ دیگر امور باجازت صدر

منجانب: حافظ ظفر یسین بٹ
ناظم عمومی جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان
صوبہ پنجاب

کوئٹہ (شمولیت)

جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کے پروگرام سے متاثر ہو کر درج ذیل طلبہ نے جمعیۃ میں باقاعدہ شمولیت کا اعلان کیا ہے:

۱۔ شہزادہ احمد — گورنمنٹ سائنس کالج کوئٹہ
۲۔ محمد جہانگیر — گورنمنٹ ڈگری کالج کوئٹہ
۳۔ عبدالرحمٰن — گورنمنٹ سائنس کالج کوئٹہ
۴۔ محمد رفیق — بلوچستان یونیورسٹی کوئٹہ
۵۔ محمد عباس — گورنمنٹ سائنس کالج کوئٹہ
۶۔ محمد یامین — آرٹس ڈگری کالج کوئٹہ
۷۔ عبدالوحید — سپیشل ہائی سکول کوئٹہ
۸۔ محمد نور — تعمیر نو پبلک سکول کوئٹہ
۹۔ حق نواز — سپیشل ہائی سکول کوئٹہ
۱۰۔ نور حسین — اسلامیہ ہائی اسکول کوئٹہ
۱۱۔ جاوید خان — سپیشل ہائی سکول کوئٹہ
۱۲۔ اختر رحمان — سپیشل ہائی سکول کوئٹہ

جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کے مرکزی جوائنٹ سیکرٹری جناب محمد نعیم ترین نے شمولیت کرنے والے طلبہ کرام کا شکریہ ادا کیا ہے اور ان کا خیر مقدم کرتے ہوئے انہیں مکمل تعاون کا یقین دلایا ہے۔ جناب نعیم ترین نے اپنی قیامگاہ پر شمولیت کرنے والے طلبہ کی دعوت کی۔ اس تقریب میں جمعیۃ طلبہ اسلام کوئٹہ حلقہ خان روڈ کے ناظم اطلاعات جناب زبیر، جنرل سیکریٹری محمد ارشد اور جوائنٹ سیکرٹری محمد علی نے بھی شرکت کی۔ جمعیۃ طلبہ اسلام حلقہ خان روڈ کے ناظم اعلیٰ محمد ارشد نے اپنے حلقہ کی طرف سے طلبہ کو مکمل تعاون کا یقین دلایا اور ایک طالب علم کو جو کہ مستحق تھا اس کو اپنی جیب خاص سے سو روپے بھی بطور امداد کے دیئے۔ استقبالیہ سے جناب محمد نعیم ترین نے خطاب کرتے ہوئے طلبہ کو مستقل مزاجی سے رضائے الٰہی کے حصول کے لئے علماء حق کی قیادت میں جمعیۃ طلبہ اسلام کے پرچم تلے کام کرنے کی تلقین کی۔

پشاور یونیورسٹی

جمعیۃ طلبہ اسلام پشاور یونیورسٹی میں یوم باب الاسلام کے سلسلے میں ایک اجتماع زیر صدارت جناب گل شاہ حنیف منعقد ہوا۔ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے جہاد کی حقیقی روح پر روشنی ڈالی اور کہا کہ محمد بن قاسمؒ نے وادئ سندھ کی باطل تہذیب کو مٹا کر اس وادی کو اسلام کے آبِ حیات سے سیراب کیا اور اس میں اسلام کی روشنی کے مینار کو بلند کیا جس سے کفرستان ہند پر اسلام کے دروازے کھل گئے۔ نوجوان سپہ سالار اور مسلمان مجاہدین نے ۱۰ رمضان المبارک کو اروڑ کے مقام پر ایک فیصلہ کن معرکہ میں راجہ داہر کو شکستِ فاش دی اور اپنی فیاضی انصاف و رواداری اور بے مثل بہادری سے مختصر سے عرصہ میں سارے سندھ پر اسلام کا پرچم لہرایا۔ مقررین نے جمعیۃ کے ساتھیوں پر زور دیا کہ وہ بھی آج اگر محمد بن قاسمؒ ایسا جذبہ پیدا کرلیں تو انشاء اللہ بڑی سے بڑی طاقت کو شکست دی جاسکتی ہے۔ مقررین نے عہد کیا کہ انشاء اللہ العزیز ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک یہ ملک مکمل طور پر اسلامی نظام کے خدوخال سے متعارف نہیں ہوجاتا۔

عید ملن پارٹی

جمعیۃ طلبہ اسلام صوبہ پنجاب کے زیر اہتمام ۱۰ اگست کو دفتر جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان ۴۔ بی، شاہ عالم مارکیٹ لاہور میں ایک عظیم الشان عید ملن کا اہتمام کیا جارہا ہے۔ اس تقریب میں خطیب اسلام حضرت مولانا محمد اجمل خان صاحب بطور مہمان خصوصی شرکت فرمائیں گے۔ صوبہ بھر سے جمعیۃ کے فعال اور اہم کارکنان شرکت کریں گے۔